صدائے اردو

SADA-E-URDU

برائے نویں جماعت (تیسری زبان)

FOR CLASS IX (THIRD LANGUAGE)

بورڈ آف سیکنڈری ایجوکیشن راجستھان، اجمیر

ek/;fed f'k{kk ckM] jktLFkku] vtej

صدائے اردو

SADA-E-URDU

برائے نویں جماعت (تیسری زبان)

FOR CLASS IX (THIRD LANGUAGE)

بورڈ آف سیکنڈری ایجوکیشن راجستھان، اجمیر
ek/;fed f'k{kk ckM] jktLFkku] vtej

صدائے اردو

SADA-E-URDU

برائے نویں جماعت (تیسری زبان)

FOR CLASS IX (THIRD LANGUAGE)

مرتّبین

ڈاکٹر معین الدین شاہیںؔ (کنوینر)

Dr. Moinuddin 'Shaheen'
(Convener)
P.G. Deptt. of Urdu
Govt. Dungar College, Bikaner

ڈاکٹر شاہد الحق چشتی

Dr. Shahidul Haque Chishty
(Principal)
Govt. Adarsh Higher Secondary School
Gagwana, Ajmer

عبدالمعبود خان

Abdul Mabood Khan
(Lecturer in Urdu)
Govt. Moinia Islamia Higher Secondary
School, Ajmer

محمد عمران خان

Mohd. Imran Khan
(Senior Teacher Urdu)
Govt. Adarsh Girl's Higher Secondary
School, Sojat City (Pali)

فرزانہ بانو

Farzana Bano
(Senior Teacher Urdu)
Govt. Adarsh Girl's Higher Secondary
School, Jaitaran, (Pali)

بورڈ آف سیکنڈری ایجوکیشن راجستھان، اجمیر

ek/;fed f'k{kk ckM] jktLFkku] vtej

کمیٹی برائے ترتیبِ درسی کتاب

کتاب : صدائے اردو SADA-E-URDU

برائے نویں جماعت (تیسری زبان)

FOR CLASS IX (THIRD LANGUAGE)

کنوینر

ڈاکٹر معین الدین شاہین

Dr. Moinuddin 'Shaheen'

(Convener)

P.G. Deptt. of Urdu, Govt. Dungar College, Bikaner

اراکین

ڈاکٹر شاہد الحق چشتی

Dr. Shahidul Haque Chishty

(Principal)

Govt. Adarsh Higher Secondary School, Gagwana, Ajmer

عبدالمعبود خان

Abdul Mabood Khan

(Lecturer in Urdu)

Govt. Moinia Islamia Higher Secondary School, Ajmer

محمد عمران خان

Mohd. Imran Khan

(Senior Teacher Urdu)

Govt. Adarsh Girl's Higher Secondary School, Sojat City (Pali)

فرزانہ بانو

Farzana Bano

(Senior Teacher Urdu)

Govt. Adarsh Girl's Higher Secondary School, Jaitaran, (Pali)

دو لفظ

طالبِ علم کے لیے درسی کتاب منظّم مطالعے اور مبصّرانہ صلاحیت کے لیے بنیادی حیثیت رکھتی ہے۔مواد اور طریقۂ تعلیم کی رو سے درسی کتاب کے معیار کا لحاظ رکھنا نہایت ضروری ہوتا ہے۔درسی کُتب کو دقیق (مشکل) اور محض مدح و قدح کی مثال نہیں بنانا چاہیے۔درسی کتاب آج بھی درس و تدریس اور طریقۂ تعلیم کا ضروری اور اہم ذریعہ ہے۔جسے ہم نظر انداز نہیں کر سکتے۔

گذشتہ کچھ برسوں سے مادھیمک شکشا بورڈ، راجستھان کے نصاب میں لسّانی اور تہذیبی اقدار کی نمائندگی کی کمی شدّت سے محسوس کی جارہی تھی۔تاہم صوبائی حکومت نے نویں جماعت سے بارہویں جماعت تک کے طلبا و طالبات کے لیے بذریعہ مادھیمک شکشا بورڈ راجستھان، اپنا نصاب مرتب کر کے نافذ کرنے کا فیصلہ کیا ہے۔اسی کے مطابق بورڈ نے درسی کتب، تسلیم شدہ نصاب کے مطابق تیار کرائی ہیں۔امید ہے کہ یہ کتب طلبا و طالبات میں فکر و تدبّر اور اظہار خیال کی صلاحیت کے روشن مواقع فراہم کریں گی۔

پروفیسر بی۔ایل۔چودھری

صدر

مادھیمک شکشا بورڈ راجستھان اجمیر

پیش لفظ

پیشِ نظر کتاب بورڈ آف سیکنڈری ایجوکیشن راجستھان، اجمیر کی نویں جماعت کی اردو بطور تیسری زبان (Third Language) کے لیے تسلیم شدہ نصاب کے مطابق مرتب کی گئی ہے۔

چونکہ یہ کتاب اردو بطور تیسری زبان کی ضرورت کے پیشِ نظر مرتب ہوئی ہے۔ اس لیے سادہ و سلیس زبان میں لکھے گئے اسباق و منظومات پر مشتمل ہے۔ ہمارا مقصد یہ بھی ہے کہ طلبا و طالبات میں اردو کے تئیں دل چسپی کا جذبہ بیدار رہو۔

طلبا کی سہولیت اور آسانی کے لیے حروف شناسی اور انکی ترتیب، مشکل الفاظ کے معنی، اسباق و مصنف کا تعارف اور مختلف قسم کے سوالات یعنی معروضی، مختصر ترین، مختصر اور تفصیلی سوالات کے آخر میں معروضی سوالات کے جوابات شامل کیے گئے ہیں۔ اسباق نثر و نظم کے بعد نصاب میں شامل عرضی نویسی اور قواعد کا علم بھی کرایا گیا ہے۔

قومی اقدار پر مبنی اور نصیحت آموز اسباق و منظومات کو شامل کتاب کرنے کے پس پشت یہ مقصد بھی کار فرما رہا ہے کہ طلبا کو اخلاقی درس بھی دیا جا سکے۔ علاوہ ازیں طلبا کو ہندوستانی تہذیب و تمدن اور ثقافت سے متعلق ابتدائی معلومات بھی حاصل ہوں تاکہ ان میں وطن پرستی کا جذبہ بیدار رہو سکے۔ کتاب میں صحتِ متن اور حسن طباعت کا بڑی حد تک لحاظ رکھا گیا ہے۔

ہمیں قوی امید ہے کہ پیش نظر کتاب صوبۂ راجستھان کے طلبا و طالبات کی تعلیم و تربیت میں معاون ثابت ہوگی۔

مرتّبین

عہد (ifrKk)

بھارت میرا دیش ہے۔سبھی بھارتی میرے بھائی بہن ہیں۔میں
اپنے دیش سے محبت کرتا/کرتی ہوں۔ مجھے اس کے کثیراور
گوناگوں سرمایے پر فخر ہے۔میں اس کے لائق ہونے کے لیے
ہمیشہ کوشش کرتا رہوں گا/کرتی رہوں گی۔
میں اپنے والدین، اساتذہ اور سبھی بزرگوں کی عزت کروں گا/
کروں گی۔اور ہر شخص کے ساتھ حسنِ اخلاق سے پیش آؤں گا/
آؤں گی۔
میں اپنے دیش اور دیش کے باشندوں کے تئیں وفادار رہنے کا عہد
کرتا/کرتی ہوں۔
میری خوشی صرف ان کی خوشحالی اور بہبودی میں ہی ہے۔

فہرست

حصّہ ٔ نثر

صفحہ نمبر	مضمون نگار	عنوان	نمبر شمار
i	پروفیسر بی۔ایل۔چودھری	دولفظ	☆
ii	مرتّبین	پیش لفظ	☆
1	ڈاکٹر معین الدین شاہینؔ	حروف شناسی اوران کی ترکیب	۱
15	ڈاکٹر شاہد الحق چشتی	صوفی حمید الدین ناگوریؒ	۲
21	ماخوذ	خدمتِ خلق (کہانی)	۳
25	فرزانہ بانو	میرابائی	۴
30	میرامن دہلوی	قصّہ حاتم طائی	۵
37	عربی ترجمہ	سندباد جہازی کاایک سفر	۶
43	ڈاکٹر معین الدین شاہینؔ	حکیم اجمل خاں	۷
51	ڈاکٹر ذاکر حسین	احسان کابدلا احسان	۸
57	ڈاکٹر معین الدین شاہینؔ	مجاہدِ آزادی اشفاق اللہ خاں	۹

حصّۂ نظم

صفحہ نمبر	مضمون نگار	عنوان	نمبر شمار
66	مولانا اسمٰعیلؔ میرٹھی	حمد	۱۰
71	منشی چاند بہاری لال صباؔ	منقبت خواجہ غریب نوازؒ	۱۱
76	نظیرؔ اکبرآبادی	آدمی نامہ	۱۲
81	خواجہ الطاف حسین حالیؔ	مٹّی کا دیا	۱۳
86	ڈاکٹر علاّمہ اقبالؔ	ترانۂ ہندی	۱۴
91	تلوک چند محرومؔ	ہندو مسلمان	۱۵
96	خدا داد خاں مونسؔ	ڈاکٹر اے۔ پی۔ جے۔ عبدالکلام	۱۶
101	عبدالمعبود خاں	قواعد	۱۷

حصّہ نثر

حروف شناسی

اور

ان کی ترکیب

حُروفِ تہجّیِ اُردو

ا	ب	پ	ت	ٹ	ث
ج	چ	ح	خ	د	ڈ
ذ	ر	ڑ	ز	ژ	س
ش	ص	ض	ط	ظ	ع
غ	ف	ق	ک	گ	ل
م	ن	و	ہ	ء	
		ی	ے		

حروف کی پہچان

ب	ا	ج	ذ	ص	ف	ن
ک	ہ	و	ق	ض	ر	چ
ڑ	خ	ت	پ	ح	ز	ط
س	د	ژ	ٹ	ی	گ	ظ
م	غ	ش	ڈ	ث	ل	ع
			ے	ء		

حروف کوملا کر لفظ بنانے کی ترکیب

قاعدہ: ا د ڈ ذ ر ڑ ز ژ و

ایسے حروف ہیں جو اپنے سے بعد میں آنے والے حروف سے جوڑے نہیں جاتے۔

دو حرفی الفاظ

در	=	ر	+	د		اب	=	ب	+	ا
دم	=	م	+	د		دس	=	س	+	د
ڈس	=	س	+	ڈ		ڈر	=	ر	+	ڈ
رگ	=	گ	+	ر		رب	=	ب	+	ر
رن	=	ن	+	ر		رس	=	س	+	ر

سہ حرفی الفاظ

ادب	=	ب	+	د	+	ا
داغ	=	غ	+	ا	+	د
دان	=	ن	+	ا	+	د
ڈاٹ	=	ٹ	+	ا	+	ڈ
رات	=	ت	+	ا	+	ر
رال	=	ل	+	ا	+	ر
ران	=	ن	+	ا	+	ر

داس	=	س	+	ا	+	د
دال	=	ل	+	ا	+	د
ڈال	=	ل	+	ا	+	ڈ
راگ	=	گ	+	ا	+	ر
راز	=	ز	+	ا	+	ر
رام	=	م	+	ا	+	ر
وار	=	ر	+	ا	+	و

چہار حرفی الفاظ

د	+	ا	+	د	+	ا	=	دادا		د	+	و	+	ا	+	ت	=	دوات
د	+	ر	+	ا	+	ز	=	دراز		ا	+	د	+	ر	+	ک	=	ادرک
ز	+	ر	+	د	+	ہ	=	زردہ		ر	+	ا	+	و	+	ن	=	راون
د	+	ا	+	د	+	ی	=	دادی		و	+	ر	+	د	+	ی	=	وردی

دوچشمی ھ کے مشترک حروف

مندرجہ ذیل حروف ہندی سے اردو میں داخل ہوئے ہیں جو دوچشمی ھ کے ساتھ لکھے جاتے ہیں۔ مثلاً

ب	+	ھ	=	بھ		پ	+	ھ	=	پھ
ت	+	ھ	=	تھ		ٹ	+	ھ	=	ٹھ
ج	+	ھ	=	جھ		چ	+	ھ	=	چھ
د	+	ھ	=	دھ		ڈ	+	ھ	=	ڈھ
ک	+	ھ	=	کھ		گ	+	ھ	=	گھ

دو چشمی ھ سے بننے والے حروف اور الفاظ

بھ	+	ر	=	بھر		پھ	+	ل	=	پھل
تھ	+	ک	=	تھک		ٹھ	+	گ	=	ٹھگ
جھ	+	ٹ	=	جھٹ		چھ	+	ت	=	چھت
دھ	+	ن	=	دھن		ڈھ	+	ب	=	ڈھب
کھ	+	ل	=	کھل		گھ	+	ر	=	گھر

دو چشمی ھ سے بننے والے حروف کی مثالیں

بھ = بھاپ، بھارت، بھالا، بھالو، بھاگ، بھٹ، بھن، بھر، بھرم، بھٹک، بھیڑ، بھدا، بھاری، بھوک، بھیک، بھٹی

پھ = پھاٹک، پھبن، پھٹ، پھڑ، پھڑک، پھٹک، پھن، پھل، پھول، پھندہ، پھٹکار، پھلواری، پھیلاؤ، پھانس۔

تھ = تھاپ، تھال، تھالی، تھل، تھم، تھام، تھکن، تھان، تھار، تھوڑا، تھیلی، تھکاوٹ، تھمب۔

ٹھ = ٹھپ، ٹھس، ٹھاکر، ٹھگ، ٹھن، ٹھہر، ٹھوکر، ٹھٹھیرا، ٹھمک، ٹھنڈا، ٹھپہ، ٹھیس، ٹھک ٹھک، ٹھاٹ۔

جھ = جھاگ، جھاڑو، جھٹ، جھپٹ، جھٹک، جھلک، جھنڈا، جھنجھٹ، جھوٹ، جھوٹا، جھولا، جھرنا، جھولی، جھیل، جھنکار، جھنجھنا، جھکاؤ۔

چھ = چھال، چھاپ، چھان، چھل، چھتری، چھڑی، چھڑ، چھت، چھم چھم، چھری، چھیل، چھوٹا، چھلہ، چھلنی۔

دھ = دھوپ، دھن، دھول، دھنک، دھار، دھان، دھاگا، دھمک، دھرم، دھوم دھام، دھمال، دھڑکن۔

ڈھ = ڈھب، ڈھک، ڈھول، ڈھولک، ڈھنگ، ڈھلک، ڈھال، ڈھکن، ڈھیری، ڈھم ڈھم، ڈھلان۔

کھ = کھٹ کھٹ، کھاٹ، کھپت، کھال، کھرل، کھڑکھڑ، کھٹک، کھوٹ، کھڑکی، کھادی، کھجور، کھیر، کھیل، کھانا، کھونا، کھوج۔

گھ = گھر، گھڑا، گھڑی، گھی، گھاٹ، گھاس، گھوڑا، گھنا، گھاؤ، گھول۔

اعراب

پیش ـُـ	زیر ـِـ	زبر ـَـ
پیش دونوں ہونٹوں کو گول کر کے آدھے 'وٗ' کی آواز کی طرح بولا جاتا ہے۔	منھ کو کم کھول کر پست آواز میں بولا جاتا ہے یعنی زیر آدھی 'ی' کی آواز کی طرح ہوتا ہے۔	پورا منھ کھول کر اونچی آواز میں بولا جاتا ہے یعنی زبر آدھے الف کے برابر ہوتا ہے۔
اُ	اِ	اَ
اُس	اِس	اَب
دُر	دِن	دَر
دُم	دِم	دَم
رُخ	رِس	رَس
دُکھ	دِس	دَس

تنوین

کسی لفظ کے آخری حروف پر دوزبر، دوزیر، دوپیش لگانے پر اَن، اِن، اُن کی آواز نکلتی ہے اسے تنوین کہتے ہیں۔ اردو میں عموماً دوزبر سے بننے والے الفاظ ہی استعمال ہوتے ہیں۔ مثلاً

اً (دوزبر اَن):

جواباً خصوصاً فوراً اخلاقاً تقریباً عموماً یقیناً مثلاً اصلاحاً اتفاقاً

جزم (ْ) | **مد (ٓ)**

سکون یعنی جزم والے حروف کو خاموش بولا جاتا ہے ۔اس میں کسی قسم کی حرکت نہیں ہوتی ہے۔ مثلاً سخت۔ یہاں 'خ' پر جزم ہے۔		مد والا حرف تین الف کی آواز کے برابر کھینچ کر پڑھا جاتا ہے۔مثلاً 'آ' یہاں 'الف' پر مد ہے۔
گرْد		آج
سُرْد		آم
فرْد		آل
نرْم		آپ
گرْم		آب
حمد		آگ
بخت		آس
وقت		آن

حروف کی مختلف ترکیبی صورتیں

حروف	ابتدائی شکل	درمیانی شکل	آخری شکل	مثالیں
ا	ا	ما	ا	اثر، کام، لا
ب پ ت ٹ ث	بـ بہ با	بہ	سب	بچ، بد، بر، بس صبراب
ج چ ح خ	جـ	بحـ	بح	جب، جگ، جل، جلن، بجلی، جگہ، حج
د ڈ ذ	د	بد	بد	دن، بدن، بعد
ر ڑ ز ژ	ر	برا	بر	رب، پری، تر
س ش	سـ	بسـ	بس	سب، سبق، سچ، سر، سڑک بس
ص ض	صـ	بصـ	بص	صاف، بصر، خالص
ط ظ	ط	بط	بط	طاق، مطلب، خط
ع غ	ءعہ	بغـ	لغ	علم، لعنت، منع
ف	ف فی	لفہ	لف	فرض، فرق، نفرت، شریف
ق	قہ	لقہ	لق	قلم، قسم، عقل، حق
ک گ	کہ کا	یکّہ	لگ	کا، کب، کل، کم، کمل، کروٹ، فکر، نیک، جگہ، آگ، یکّہ
ل	لـ	ملہ	مل	لام، لت، تلف، خلف، بل، کل
م	مہ	مـ	ثم	ما، مت، تماشا، عمل، ہم، غم
ن	نہ نن نا	ننہ	بن	نل، نمک، سانپ، پنجاب، خان، پان

و	و	لو	لو	وہ، ہوا، جو
ہ	ہا ہہ	ھ ہہ	ہ	ہل، ہم، آہٹ، نکہت، آہ، واہ
ء	ء	ء	ء	آئے، گئے آؤ، گئی،
ی	یا یہ یر	یا	ی	یخ، یگ، میل، ریل، غمی، نمی
یے	-	یا	ے	یار، یاس، بیل، تیل، کالے، گائے

تشدید (ّ)

قاعدہ:۔جس حرف پر تشدید (ّ) لگائی جاتی ہے اسے دوبار بولا یا پڑھا جاتا ہے۔مثلاً

ابّا	گدّا	کُتّا	سچّا	بچّہ	بتّی	رسّی
مِٹّی	خچّر	مچھّر	امّی	بلّی	پتّھر	ابّو
گنّا	لڈّو	جنّت	دلّی	ردّی	بلّا	کھٹّا
چکّی	چھٹّی	کچّا	سقّہ	کوّا	بھدّا	پٹّا

نون غنہ (ں)

قاعدہ:۔حرف ''ن'' میں ''ن'' کی آواز اعلانیہ نہیں نکلے بلکہ ناک سے بولا جائے اسے نون غنہ کہتے ہیں۔

(نوٹ: اگر لفظ کے آخر میں نون غنہ آئے تو اس پر نقطہ نہیں لگایا جاتا۔اگر لفظ کے بیچ میں آئے تو اس پر نقطہ لگا کر جزم (ْ) بنا دیتے ہیں) مثلاً:

ماں	میں	دانت	بوند	گنج
جہاں	خاں	دنگ	گیند	بھینس
کہاں	بوستاں	جنگ	لکھوں	سانس
یہاں	گلستاں	جنگل	پڑھوں	آنکھ
وہاں	دھواں	منگل	کہوں	بند

واؤ معروف			واؤ مجہول	
واؤ معروف کی علامت الٹا پیش (ٗ) ہوتی ہے اس میں واؤ (و) کی آواز کھینچ کر نکلتی ہے۔ مثلاً:			واؤ مجہول کی آواز کم کھینچ کر نکلتی ہے۔ واؤ (و) کی علامت جزم (ْ) ہے۔	
خوٗن	جوٗن		گول	لوگ
پھوٗل	دھوٗل		بول	موج
دھوٗپ	روٗپ		تول	بوجھ
بھوٗل	اصوٗل		غور	سوچ
روٗس	سوٗت		اور	ذوق
جھوٗٹ	روٗٹھ		شور	جوڑ

واؤ معدولہ

قاعدہ:- وہ الفاظ جن میں واؤ لکھا تو جاتا ہے، لیکن پڑھا نہیں جاتا اس واؤ (و) کو واؤ معدولہ کہا جاتا ہے۔ مثلاً:

خواجہ	دسترخوان	برخوردار	خواہش
درخواست	خوش آمدید	خورشید	خورد
خوراک	خوشی	خودی	خوشامد
خودداری	خواندہ	خود	خواب
خواہمخواہ	خویش		

واؤ عطف

قاعدہ:- ایسا واؤ جو دو لفظوں کو جوڑ کر مرکب بناتا ہے، اُسے واؤ عطف کہتے ہیں۔ مثلاً:

زمین و آسمان	محمود و ایاز	تر و تازہ
زبان و بیان	آمد و رفت	خاص و عام
نوشت و خواند	فنا و بقا	نیک و بد
نشو و نما	صبح و شام	جان و مال
انعام و اکرام	گل و بلبل	امیر و غریب

یائے معروف

(ی) معروف کی علامت کھڑا زیر ہے۔ اس کی آواز زیادہ کھینچ کر نکلتی ہے۔ مثلاً:

جھیل	فیل	گیت
پیر	جیت	میت
بھیڑ	نیچا	بھیگا
سیٹی	وکیل	امیر
دین	فقیر	زمین
میٹھا	رشید	بھیتر

یائے مجہول

ےُ مجہول کی علامت جزم (ُ) ہے اس کی آواز کم کھینچ کر نکلتی ہے۔ مثلاً:

سیر	پیر	ڈھیر	تیر
اجمیر	غیر	کھیت	ریت
بھید	چھید	ریل	کھیل
بیچ	دیکھ	نیک	بیٹھ
سیٹھ	جیل	میل	سیب

کھڑا زبر اور ’ۃ‘

قاعدہ:- ایسے الفاظ جن میں الف لکھا نہیں جاتا مگر پڑھا جاتا ہے اور پہچان کے لیے اس پر کھڑا زبر لگا دیتے ہیں۔ مثلاً:-

رحمٰن (رحمان)	اسمٰعیل (اسماعیل)
لٰہذا (لہاذا)	اسحٰق (اسحاق)
صلوٰۃ (صلات)	زکوٰۃ (زکات)

الف مقصورہ (یٰ)

قاعدہ:- ایسے الفاظ جن کے آخر میں ’ی‘ آتی ہے اس پر الف لگا دیتے ہیں تب ’ی‘ کی آواز الف میں تبدیل ہو جاتی ہے۔ مثلاً:-

فتویٰ	دعویٰ	لیلیٰ
اعلیٰ	ادنیٰ	موسیٰ
مولیٰ	عیسیٰ	یحییٰ
حتیٰ	سلمیٰ	مرتضیٰ
	مصطفیٰ	

حروفِ شمسی

حروف شمسی ان ۱۴ حروف کو کہا جاتا ہے جن سے پہلے الف ل آئے تو ''ل'' تلفظ میں شامل نہیں ہوگا۔ وہ ۱۴ حروف یہ ہیں۔ ت ث د ذ ر ز س ش ص ض ط ظ ل ن مثلاً:-

ت	ث	د	ذ	ر
التارکین	الثواب	معین الدین	الذکر	عبدالرشید، عبدالرحمٰن
ز	س	ش	ص	ض
بدیع الزماں	عبدالسلام	الشّمس	آثارالصنادید	عیدالضحیٰ
ط	ظ	ل	ن	
الطلاق	الظلم	اللہ	النّاظر	

حروفِ قمری

حروف قمری ان حروف کو کہا جاتا ہے جن سے پہلے اگر الف ل آئے تو ''ل'' بطور تلفظ شامل ہوگا۔ حروف قمری یہ ہیں۔ ب ج ح خ ع غ ف ق ک م و ہ ی

ب	ج	ح	خ
عبدالباری، البلاغ	عبدالجبار	عبدالحفیظ	عبدالخالق
ع	غ	ف	ق
عبدالعلیم	الغرض	الفاروق	القمر
ک	م	و	ء
الکبیر	عبدالمجید	خیرالوریٰ	الامین
	ہ	ی	
	الہلال	الیاقوت	

ڈاکٹر شاہد الحق چشتی

صوفی حمید الدین ناگوریؒ

ہندوستان میں تمام اولیاء اللہ کے سلطان حضرت خواجہ معین الدین چشتی غریب نوازؒ ہیں۔ آپ کی درگاہ راجستھان کے تاریخی شہر اجمیر میں ہے۔ ہمارے صوبہ کو یہ فضیلت بھی حاصل ہے کہ اس کے ایک اور تاریخی شہر ناگور میں حضور غریب نوازؒ کے دوسرے خلیفہ حضرت صوفی حمید الدین ناگوریؒ کا آستانہ ہے۔ آپ دہلی میں ۵۷۱ھ میں پیدا ہوئے۔ آپ کی پیدائش کی تاریخ میں اختلاف ہے۔ پیدائش کے وقت والد نے آپ کا نام حمید الدین محمد صوفی رکھا۔ والد کا نام احمد صوفی تھا۔ جو خود بھی ایک بڑے عالم اور کامل صوفی تھے۔ آپ کی والدہ بھی اپنے زمانے کی بے حد متقی اور عبادت گزار عورت تھیں۔ حضرت حمید الدین صوفی عرفِ عام میں صوفی صاحب کے نام سے مشہور ہوئے۔ آپ کا لقب سلطان التارکین ہے۔ یہ لقب آپ کو خواجہ غریب نوازؒ نے عطا فرمایا تھا۔ آپ بے حد حسین اور خوبصورت تھے۔ آپ ایک مرتبہ اجمیر شریف تشریف لے گئے تو خواجہ غریب نوازؒ کے سامنے سے گزر ہوا۔ خواجہ صاحب نے انہیں دیکھ کر فرمایا کہ کس قدر حسین و جمیل شخص ہے جس پر دنیا فریفتہ ہے۔ اگر میرا مرید ہو جائے تو اللہ بھی اس کا شیدا ہو جائے۔ ادھر صوفی صاحب کا دل بھی خواجہ صاحب کی جانب مائل ہوا۔ اور حاضر ہو کر خواجہ صاحب سے اپنا مرید کرنے کی درخواست کی۔ خواجہ صاحب نے درخواست قبول کرتے ہوئے صوفی صاحب کو اپنا مرید بنالیا اور خلافت عطا کی۔ اب صوفی صاحب کا دل دنیا سے اچٹ گیا اور آپ کے پاس جو کچھ تھا وہ غریبوں اور فقیروں میں تقسیم کر دیا۔ صرف دس جریب زمین موضع سوالی میں رکھی تا کہ بال بچوں کی کفالت ہو سکے۔ آپ اس زمین پر کھیتی کرتے تھے اور تمام عمر اسی پر بسر کی۔

ایک مرتبہ کا واقعہ ہے کہ صوفی صاحب اپنے پیر و مرشد حضرت خواجہ غریب نوازؒ کی خدمت میں

حاضر تھے۔خواجہ صاحب نے کیف وسرور کے عالم میں صوفی صاحب سے فرمایا کہ تمہاری کوئی خواہش ہوتو بتاؤ۔ اللہ اسے پورا کرے گا۔تمام موجود حاضرین اس وقت حیران رہ گئے ۔ جب صوفی صاحب نے جواب دیا کہ حضور یہ بندہ تو اللہ کی رضا میں راضی ہے۔اسے اپنے مولیٰ کے سوا کوئی دوسری خواہش نہیں۔ خواجہ صاحب بہت خوش ہوئے اور انہیں **سلطان التارکین** کا لقب عطا فرمایا۔صوفی صاحب یادِ خدا میں ہر وقت غرق رہتے تھے۔انہیں دنیا کی کسی چیز میں لذت محسوس نہیں ہوتی تھی۔اللہ کی مخلوق سے محبت کو آپ عبادت سمجھتے تھے۔دوسرے کے مذہب اور جذبات کا احترام آپ ضروری سمجھتے تھے۔اور اپنے مریدوں کو بھی اس کی تلقین کیا کرتے تھے۔ ہندو اور جین مذہب کے ماننے والے ناگور میں کثرت سے رہتے تھے۔ آپ نے ان کے مذہبی جذبات کا اتنا احترام کیا کہ جانوروں کا شکار چھوڑ دیا اور گوشت کھانا ہمیشہ کے لیے ترک کر دیا۔اس محبت اور یگانگت کے جذبہ سے متاثر ہو کر بستی کے تمام لوگ آپ کے گرویدہ ہو گئے۔آپ کی اہلیہ نے آپ سے فرمائش کی کہ یہاں ہر گھر میں لوگ گائے پالتے ہیں عورتیں صبح کے وقت ان کا دودھ دوہتی ہیں، کیوں نہ ہم بھی ایک گائے خرید لیں۔ چنانچہ صوفی صاحبؒ نے انہیں ایک گائے خرید دی۔ان کی اہلیہ اس گائے کی خدمت کر کے بے حد خوش ہوتیں اور خود اس کا دودھ دوہتیں۔گاؤں والوں کو یقین ہو گیا کہ یہ درویش ہم سے پیار کرتا ہے۔ہم اس کو اپنے سے الگ نہیں کر سکتے۔آپ زخمی جانوروں اور پرندوں کا علاج کرتے۔ یہ جانور اور پرندے بھی آپ سے اتنے مانوس ہو گئے کہ آپ کے پاس سوتے جاگتے موجود رہتے۔آپ جب سوتے تو چڑیاں آپ کے بدن پر بیٹھ جاتیں۔آپ ان کی تکلیف کی خاطر کروٹ تک نہیں بدلتے۔ عام آدمی سے آپ اتنے جڑے ہوئے تھے کہ کسی کو احساس ہی نہیں ہوتا کہ آپ اتنی بزرگ ہستی ہیں۔آپ نے بستی والوں کے ساتھ رہ کر مقامی بولیوں میں مہارت حاصل کر لی تھی۔اس طرح آپ کی زندگی بھائی چارے اور محبت کے جذبات سے بھری ہوئی تھی۔آپ نے گوشت کھانا چھوڑ دیا تھا۔ جو لوگ آپ سے ملنے آتے تھے۔انہوں نے بھی یہی طریقہ اپنا لیا تھا کہ کبھی

گوشت کھا کر آپ کی مجلس میں نہیں آئیں۔ ایسا نہ ہو کہ آپ کو کوئی تکلیف ہو۔ اس عمل کا نتیجہ یہ ہوا کہ آج بھی جو زائرین آپ کے مزار پر حاضری دیتے ہیں وہ ادباً گوشت کھا کر وہاں نہیں جاتے۔ آپ کی درگاہ کے احاطے میں کسی بھی شخص کو گوشت لانے، پکانے یا کھانے کی اجازت نہیں ہے۔ آپ کے عرس شریف میں آپ کا لنگر بھی بغیر گوشت ہی کا ہوتا ہے۔

صوفی صاحب اپنے وقت کے بہت کامل درویش ہونے کے علاوہ، عربی فارسی، ہندی اور مقامی بولیوں کے عالم بھی تھے۔ فارسی زبان میں آپ نے کثرت سے شعر کہے۔ آپ کئی کتابوں کے مصنف بھی تھے۔

آخر زمانے میں صوفی صاحب کو خواجہ صاحب نے اجمیر اپنے پاس بلا لیا اور حکم دیا کہ اب تم میری ضعیفی میں یہاں رہو۔ آپ نے حکم کی تعمیل کی اور کافی عرصہ یہاں رہ کر پنج گانہ نمازوں کی امامت فرمائی۔ سلطان التارکین حضرت صوفی حمید الدین ناگوری کا وصال ۲۹ / ربیع الآخر ۶۷۳ھ مطابق یکم نومبر ۱۲۷۴ء میں ہوا۔ ناگور میں آپ کی درگاہ پر ہر روز ہزاروں عقیدت مند جن میں سبھی مذاہب کے لوگ شامل ہیں حاضر ہوتے ہیں۔ آپ کی وصیت کے مطابق قبر شریف پر کوئی گنبد تعمیر نہیں کیا گیا۔ بس آپ کے زمانے کا ہی ایک درخت کا سایہ رہتا ہے۔

مشکل الفاظ اور ان کے معنی

الفاظ	معنی
رح	رحمت اللہ علیہ کا مخفف
فضیلت	بڑائی، برتری
آستانہ	درگاہ
متقی	پرہیزگار، خداترس
سلطان التارکین	حضرت صوفی حمید الدین ناگوری کا لقب، یعنی دنیا کو ترک کرنے والا
حسین وجمیل	نہایت خوبصورت
فریفتہ	عاشق، دلدادہ
شیدا	عاشق، فدا
کثرت	زیادتی، بہتات
وصال	ملاقات، کسی ولی کے انتقال کو بھی وصال کہتے ہیں۔

مشقی سوالات

معروضی سوالات:

۱۔ صوفی حمیدالدینؒ کی درگاہ واقع ہے

(الف) ناگور میں (ب) اجمیر میں

(ج) دہلی میں (د) بیکانیر میں ( )

۲۔ صوفی حمیدالدین ناگوریؒ کے والد کا نام تھا؟

(الف) معین الدین (ب) نظام الدین

(ج) احمد صوفی (د) ضیاالدین ( )

۳۔ صوفی حمیدالدین ناگوریؒ کا لقب تھا۔

(الف) سلطان الہند (ب) سلطان التارکین

(ج) محبوب سبحانی (د) محبوب الاولیا ( )

۴۔ صوفی صاحبؒ کا وصال کب ہوا؟

(الف) ۱۲۳۳ء (ب) ۱۲۳۶ء

(ج) ۱۱۹۳ء (د) ۱۲۷۴ء ( )

مختصر ترین سوالات:

۵۔ صوفی حمیدالدین ناگوریؒ کے پیرومرشد کا نام کیا تھا؟

۶۔ خواجہ غریب نوازؒ کی درگاہ کہاں واقع ہے؟

۷۔ صوفی صاحبؒ کب اور کہاں پیدا ہوئے؟

۸۔ خواجہ غریب نوازؒ نے صوفی صاحبؒ کو کہاں بلایا؟

مختصر سوالات

۹۔ صوفی صاحبؒ جانوروں اور پرندوں سے کیسا سلوک کرتے تھے؟

۱۰۔ صوفی صاحبؒ کے عقیدت مندوں میں کن کن مذاہب کے ماننے والے تھے؟

۱۱۔ صوفی صاحبؒ کو کن کن زبانوں میں مہارت حاصل تھی؟

۱۲۔ صوفی حمیدالدین ناگوریؒ کی وصیت کیا تھی؟

تفصیلی سوالات

۱۳۔ صوفی صاحبؒ کو دیکھ کر خواجہ صاحبؒ نے کیا فرمایا تھا؟ اس واقعہ کو تفصیل سے اپنے الفاظ میں بیان کیجیے۔

۱۴۔ صوفی صاحب کو سلطان التارکین کا لقب کس نے اور کیوں عطا فرمایا؟

جواب نامہ (معروضی سوالات):

۱۔الف ۲۔ج ۳۔ب ۴۔د

خدمتِ خلق

ایک بادشاہ کو اپنے اکلوتے بیٹے سے بہت پیار تھا۔ جسے شکار کھیلنے کا بہت شوق تھا۔ایک دن شہزادہ شکار کھیل رہا تھا۔سارا دن اس کے ہاتھ شکار نہ لگا اچانک اسے ایک ہرن دکھائی دیا، وہ اس کے پیچھے گھوڑا دوڑاتا ہوا ایک باغ تک جا پہنچا۔اس نے دیکھا کہ ایک بوڑھا شخص درخت لگا رہا ہے شہزادے نے پوچھا۔''ارے میاں! تم قبر میں پاؤں لٹکائے بیٹھے ہو پھر باغ لگانے کی ہمت کیوں کی؟'' کیا تمہیں امید ہے کہ تم اس سے کچھ فائدہ اٹھا سکو گے؟'' بوڑھے شخص نے کہا۔''عالی جاہ اوّل تو موت کا وقت معلوم نہیں،آئے تو ابھی آجائے اور نہ آئے تو دس بیس برس نہ آئے۔ باغ میرے سامنے پھل دے اور میں بھی اس کی بہار دیکھ لوں گا اور اگر پہلے مر گیا تو جس طرح دوسروں کے لگائے ہوئے درختوں کے پھل ہم کھا رہے ہیں ہمارے لگائے ہوئے درختوں کے پھل دوسرے کھائیں گے۔ انسان کو اپنے لیے نہیں تو دوسروں کی بھلائی کے لیے کام کرنا چاہیے اور پھر امید پر دنیا قائم ہے ہو سکتا ہے کہ میں خود ہی اس کا پھل کھاؤں۔''

شہزادے نے کہا!''اتنی لمبی امید عقل کے خلاف ہے اگر ہمارے جیتے جی یہ پیڑ پھل دے تو میں وعدہ کرتا ہوں کہ اس باغ پر عائد سالانہ محصول معاف کرادوں گا اور اس کے علاوہ اس سے چار گنا زیادہ زرخیز زمین بھی تمہیں انعام کے طور پر دے دوں گا۔'' اچانک ہی اس ملک کے بادشاہ پر بیماری نے حملہ کر دیا حکیموں نے اسے بچانے کی بہت کوششیں کیں، پڑوسی ملکوں سے بھی حکیموں کو بلایا گیا اور وہ سب سر جوڑ

کر بیٹھ گئے لیکن کسی دوا نے فائدہ نہ دیا اور چند مہینوں بعد بادشاہ فوت ہو گیا اور پھر وہی شہزادہ تخت نشین ہوا۔ تخت نشینی کے بعد شہزادہ نے ملک کا دورہ شروع کیا، اتفاق سے شہزادہ اسی باغ کی طرف آ نکلا بوڑھے نے سلام دعا کے بعد عرض کی ''حضور! جب میں یہ باغ لگا رہا تھا تو آپ نے میری ضعیفی دیکھ کر وعدہ کیا تھا کہ اگر میری عمر میں یہ باغ پھل دے گیا تو محصول معافی کا حکم صادر فرمائیں گے۔'' یہ بات سن کر بادشاہ کو سارا قصہ یاد آ گیا۔ اور اس نے اسی وقت محصول کی معافی کا فرمان جاری کیا۔ ''باہمت بوڑھے خوش رہو۔ میں وہی شخص ہوں جس نے تم سے وعدہ کیا تھا...... اور اب تمہاری ہمت کا پھل دینے آیا ہوں۔''

مشکل الفاظ اور ان کے معنی

درخت	:	پیڑ	انعام	:	تحفہ
ملک	:	وطن	فوت ہونا	:	مرجانا
اتفاق	:	اچانک	ضعیفی	:	بڑھاپا
واقعہ	:	قصہ	لاجواب	:	جس کا کوئی جواب نہ ہو

مشقی سوالات

معروضی سوالات:

۱۔ شہزادے کو کون سا شوق تھا؟

(الف) شکار کا　　(ب) پڑھنے کا

(ج) تیرنے کا　　(د) گانے کا　　(　　)

۲۔ شہزادے کو کیا دکھائی دیا؟

(الف) شیر　　(ب) ہاتھی

(ج) ہرن　　(د) بکری　　(　　)

۳۔ باغ میں پیڑ کون لگا رہا تھا؟

(الف) دوست　　(ب) بھائی

(ج) آدمی　　(د) بزرگ　　(　　)

۴۔ ادھر سے کون گزر رہا تھا؟

(الف) بزرگ　　(ب) آدمی

(ج) نوجوان　　(د) شہزادہ　　(　　)

مختصر ترین سوالات:

۵۔ شہزادے نے بوڑھے آدمی سے کیا پوچھا؟

۶۔ لفظ 'محصول' کے کیا معنی ہیں؟

۷۔ ''اتنی لمبی امید عقل کے خلاف ہے'' یہ جملہ کس نے کہا تھا؟

۸۔ ’’اوراب تمہاری ہمت کا پھل دینے آیا ہوں۔‘‘ یہ جملہ کس نے کس سے کہا؟

مختصر سوالات:

۹۔ بوڑھا آدمی باغ میں کیا کر رہا تھا؟

۱۰۔ شہزادے نے بوڑھے آدمی سے کیا وعدہ کیا تھا؟

۱۱۔ بادشاہ کے انتقال کے بعد اس کی جگہ کون تخت نشین ہوا؟

تفصیلی سوالات:

۱۲۔ بادشاہ کو بیماری سے بچانے کے لیے کیا کوششیں کی گئیں؟

۱۳۔ اس کہانی سے آپ کو کیا پیغام ملتا ہے؟

جواب نامہ (معروضی سوالات):

۱۔الف ۲۔ج ۳۔د ۴۔د

میرؔابائی

بھگتی کے میدان میں ہندوستانی عورت کا مقابلہ نہیں۔ایسی عورتوں میں ایک مثال میرابائی کی بھی ہے۔میرابائی کی پیدائش ۱۴۹۸ء میں کُڑکی گاؤں میں ہوئی جس کا تعلق میڑتا (جودھپور ریاست) سے تھا۔میرابائی کے والد کا نام رتن سنگھ راٹھور تھا۔بچپن سے ہی میرا کرشن کی بھگتی میں مگن رہتی تھیں۔ میرابائی کی شادی چتوڑ کے مہارانا سانگا کے بڑے بیٹے بھوج راج کے ساتھ ہوئی تھی۔راجگھرانے کی لڑکی راج گھرانے میں ہی بیاہی گئی تھی مگر میرؔا تو کرشن کی دیوانی تھیں اوران کو ہی اپنا شوہر مانتی تھیں۔ انہوں نے ایک جگہ خود کہا ہے کہ ۔

میرے تو گردھر گوپال دوسرو نہ کوئی

جاکے سر مور مکٹ میرو پتی سوئی

انہیں شری کرشن کی بھگتی میں محو (لین) رہنے کے سبب زہر کا پیالہ دیا گیا جسے انہوں نے شری کرشن کے قدموں کا امرت سمجھ کر پی لیا یہ شری کرشن کی بھگتی کا ہی کمال تھا کہ زہر پینے کے باوجود میرابائی کی موت نہیں ہوئی۔اس کے بعدان کے دیور وکرمادتیہ نے ان کو مارنے کے لیے سانپوں سے بھری ایک ٹوکری بھیجی اور یہ کہا کہ اس میں شری کرشن کی مورتی ہے۔میراں نے جب ٹوکری کھولی تو حقیقت میں اس میں سے شری کرشن کی مورتی نکلی۔اس طرح میرابائی کا شری کرشن پر بھروسہ بڑھتا گیا اور وہ چتوڑ کا راج گھرانا چھوڑ کر اپنے پیہر چلی گئیں اور وہاں سے ورنداون چلی گئیں۔ ورنداون سے دوارکا گئیں اور اپنی زندگی کے آخری دن دوارکا میں ہی گزارے اور وہیں ۱۵۴۶ء میں ان کا انتقال ہوا۔

فرزانہ بانو

میؔرابائی

میؔرابائی کا شمار ہندوستان کی مشہور شاعرہ اور عظیم کرشن بھگت کے طور پر ہوتا ہے۔ وہ بہت آسان، خوبصورت اور رواں دواں زبان میں شاعری کرتی تھیں۔ ان کی پرورش اسی شاہی ماحول میں ہوئی۔

میؔرابائی کو بچپن سے ہی شری کرشن کی بھگتی سے بے حد دلچسپی اور عقیدت تھی۔ ان کا عقیدہ تھا کہ بھگوان خود وِرنداون کے ایک خوبصورت گوالے کی شکل میں جلوہ گر ہیں۔ ان کا یہ بھی عقیدہ تھا کہ دنیا میں خوشی و مسرت کا واحد ذریعہ محبت اور صرف محبت ہے۔

میؔرابائی کی شاعری اور آواز دونوں میں بلا کا جادو تھا۔ جو سننے والوں کے دلوں کو اپنی طرف کھینچ لیتا تھا۔ شری کرشن کی محبت میں گرفتار ہو کر وہ اپنے آپ کو خوش نصیب سمجھتی تھیں۔ ان کا زیادہ تر وقت شری کرشن کی بھگتی میں گزرتا تھا۔ ان کی محبت میں سرشار ہو کر وہ انھیں دل سے اپنا شوہر تسلیم کر چکی تھیں۔ حالانکہ میؔرابائی کی شادی میواڑ کے راجا بھوج راج سے ہوئی تھی۔ شری کرشن کی محبت اور بھگتی کی وجہ سے ان کی ازدواجی زندگی خوش گوار نہیں تھی۔

میؔرا کی کرشن بھگتی کی شہرت سن کر خود شہنشاہ اکبر نے بھیس بدل کر مندر میں میؔرابائی سے ملاقات کی اور ایک قیمتی مالا تحفے کے طور پیش کی۔ جب میؔرا کے شوہر کو اس بات کی خبر ہوئی تو وہ بہت برہم ہوا اور میؔرا کے کردار پر شک کرنے لگا۔ اس نے میؔرا کو محل سے نکل جانے کا فرمان سنایا۔ ایک وفا شِعار بیوی کی طرح میؔرا نے اِسے تسلیم کر لیا کہ ''ایک راجپوت عورت کا فرض ہے کہ وہ اپنے شوہر کے حکم کو مانے'' اس کے بعد وہ شاہی محل چھوڑ کر ورنداون چلی گئیں۔ اور پوری طرح کرشن بھگتی میں ڈوب گئیں۔ شری کرشن کی محبت اور روحانیت کی تلاش میں انھوں نے اپنے تخت و تاج کو بھی ٹھکرا دیا اب وہ رات دن کرشن کی محبت بھرے نغموں میں محو (لین) رہا کرتی تھیں۔ وہ قریب کے ہی کرشن مندر میں جا کر شری کرشن کی پرستش کیا

کرتی تھیں ان کے دل میں کرشن جی کی محبت کے جذبات اس قدر موجزن تھے کہ انہوں نے دنیا سے منھ موڑ لیا تھا۔

میرا کی بھگتی اور مٹھاس بھرے ترانوں کی شہرت دور دور تک پہنچی۔ وقت گزرنے کے ساتھ ہی میرا کے شوہر کو بھی آخر کار اپنی غلطی کا احساس ہوا اور وہ ورنداون پہنچے جہاں ایک فقیر کے بھیس میں میرا سے معافی مانگی۔ میرا سمجھ گئی کہ فقیر کے بھیس میں خود اس کا شوہر اس سے معافی مانگ رہا ہے۔ میرا نے ایک وفادار بیوی کی طرح اپنا سرِ نیاز شوہر کے قدموں میں جھکا دیا۔ اس وقت دونوں کی آنکھوں میں آنسو تھے۔

مشکل الفاظ اوران کے معنی

شاعرہ:	شاعر کی تانیث، خاتون شاعرہ	عقیدہ:	ایمان، یقین
سرشار :	مست، نشے میں چور	ازدواجی:	شادی شدہ
خوش گوار:	دل پسند، پسندیدہ	فرمان :	شاہی حکم، حکم نامہ
پرستش :	پوجا، عبادت		

مشقی سوالات

معروضی سوالات:

۱۔ میرابائی کون تھی؟

(الف) جے پور کی رانی (ب) اجمیر کی رانی

(ج) چتوڑ کے راجکمار کی رانی (د) ان میں سے کوئی نہیں ( )

۲۔ میرابائی کیوں مشہور ہوئی ؟

(الف) راجپوتانہ کی ہونے کی وجہ سے (ب) کرشن بھگتی کی وجہ سے

(ج) راجپوت ہونے کی وجہ سے (د) ان میں سے کوئی نہیں ( )

۳۔ میرابائی کے شوہر کا نام کیا تھا؟

(الف) بھوج راج (ب) روپ گری

(ج) لیکھ راج (د) ان میں سے کوئی نہیں ( )

۴۔ لفظ ''عقیدہ'' کے کیا معنی ہیں؟

(الف) نفرت (ب) محبت

(ج) حکم (د) یقین ( )

مختصر ترین سوالات

۵۔ شہنشاہ اکبر نے میرابائی کو کیا تحفہ دیا؟

۶۔ میرابائی کو محل سے کس نے نکالا تھا؟

۷۔ میرابائی کے والد کا کیا نام تھا؟

۸۔ لفظ ''امرت'' اور ''محبت'' کے متضاد لکھیے۔

مختصر سوالات:

۹۔ میرا کس کے تصور میں غرق رہتی تھی؟

۱۰۔ لفظ ''گردھر گوپال'' کس کے نام کا مترادف ہے؟

۱۱۔ رانا میرابائی سے کیوں ناراض تھا؟

تفصیلی سوالات:

۱۲۔ میرابائی کے کردار پر روشنی ڈالیے؟

۱۳۔ سبق ''میرابائی'' کا خلاصہ لکھیے۔

جواب نامہ (معروضی سوالات)

۱۔ج ۲۔ب ۳۔الف ۴۔ج

میر امّن

میر امّن کا پورا نام میر امان علی تھا۔لیکن میر امّن کے نام سے شہرت ملی ۔دہلی ان کا وطن تھا۔مغل شہنشاہوں کے درباروں سے ان کے بزرگوں کا رابطہ رہا۔احمد شاہ ابدالی کے حملہ کے وقت میر امن کلکتہ چلے گئے ۔وہاں ۱۸۰۰ء میں قائم کردہ فورٹ ولیم کالج میں جان گلکرسٹ نے انہیں منشی کے عہدے پر تقرر دے دیا۔میر امن نے جان گلکرسٹ کے حکم سے امیر خسرؔو کی فارسی تصنیف ''قصہ چہار درویش'' کا اردو نثر میں ''باغ و بہار'' کے نام سے ترجمہ کیا۔''باغ و بہار'' بہت مقبول ہوئی۔گھر گھر میں اسے پڑھا جاتا تھا۔اور پھر میر امّن نے اسے دہلی کی ٹکسالی زبان میں ترجمہ کیا۔انہوں نے سادہ اور بے تکلف زبان کا استعمال کیا۔عربی فارسی کے الفاظ بہت کم استعمال کیے۔عام بول چال کی زبان اور ہندی الفاظ کا استعمال کیا۔اس دور کی طرز زندگی' کھانا' پینا' رہنا' سہنا' لباس اور آپسی برتاؤ کے جیتے جاگتے نمونے پیش کیے گئے۔

قصہ حاتم طائی ''باغ و بہار'' سے لیا گیا ہے۔جس میں حاتم طائی کی رحم دلی بہادری اور فیاضی کو دلچسپ انداز سے پیش کیا ہے۔اسی کے ساتھ نوفل بادشاہ کے انصاف اور انسان دوستی کی مثالیں پیش کی ہیں۔سچ ہے سچائی اور صداقت کی ہمیشہ جیت ہوتی ہے۔قصہ ''حاتم طائی'' رحم دلی' بھلائی اور ایمانداری کا پیغام دیتا ہے۔

میر امّن

قصّہ حاتم طائی

حاتم طائی کے وقت میں عرب کے ایک بادشاہ کا نام نوفل تھا۔اس کو حاتم کے ساتھ بسبب نام آوری کے دشمنی کامل ہوئی۔ بہت سی فوج ولشکر جمع کر کے لڑائی کی خاطر چلا آیا۔حاتم تو خداترس اور نیک مرد تھا۔ یہ سمجھا کہ اگر میں بھی جنگ کی تیاری کروں تو خدا کے نیک بندے مارے جائیں گے اور بڑی خونریزی ہوگی۔اس کا عذاب میرے نام لکھا جائے گا۔ یہ سوچ کرتن تنہا اپنی جان لے کر پہاڑ کی کھو میں جا چھپا۔جب حاتم کے غائب ہونے کی خبر نوفل کو معلوم ہوئی۔حاتم کا سب اسباب قرق کیا اور منادی کرادی کہ جو کوئی حاتم کو پکڑ کر لائے پانسو اشرفی انعام پائے۔ یہ سن کر سب کو لالچ آیا اور جستجو حاتم طائی کی کرنے لگے۔ایک روز ایک بڑھیا اور اس کا بڈھا دو تین بچے ساتھ لیے ہوئے لکڑیاں توڑنے کے لیے اس غار میں جہاں حاتم پوشیدہ تھا پہنچے اور لکڑیاں چننے لگے۔ بڑھیا بولی کہ اگر ہمارے دن بھلے آتے تو حاتم کو کہیں دیکھ پاتے اور اس کو نوفل کے پاس لے جاتے۔وہ پانسو اشرفیاں دیتا تو آرام سے کھاتے اور دکھ دھندے سے چھوٹ جاتے۔بڈھے نے کہا کیا بڑبڑ کرتی ہے۔ہمارے طالع میں یہی لکھا ہے روز لکڑیاں توڑیں اور سر پر دھر کر بازار میں بیچیں تب روٹی میسر آئے۔لے اپنا کام کر حاتم ہمارے ہاتھ کاہے کو آئے گا کہ بادشاہ سے اتنے روپے دلا دے گا۔عورت ٹھنڈی سانس بھر کر چپ ہو رہی۔ان دونوں کی باتیں حاتم نے سنیں۔مردمی اور مروت سے بعید جانا کہ آپ کو چھپائے اور جان کو بچائے اور ان بیچاروں کو مطلب تک نہ پہنچائے۔سچ ہے جس آدمی میں رحم نہیں وہ انسان نہیں قصائی ہے۔

غرض کہ حاتم نے قبول نہیں کیا کہ اپنے کانوں سے سن کر چپکا ہو رہے۔وہیں باہر آ کر بڈھے

سے کہا کہ اے عزیز حاتم میں ہی ہوں۔ مجھ کو نوفل کے پاس لے چل۔ وہ مجھے دیکھے گا اور جو کچھ روپیہ دینے کا اقرار کیا ہے تجھے دے گا۔ بڈھے نے کہا سچ ہے۔اس صورت میں بھلائی اور بہبودی البتہ ہے۔ لیکن نہ معلوم وہ تیرے ساتھ کیا سلوک کرے گا' اگر مار ڈالے تو میں کیا کروں گا۔ یہ مجھ سے ہرگز نہ ہوگا تجھ سے انسان کو اپنی خاطر جمع کے لیے دشمن کے حوالے کردوں۔ وہ مال کتنے دن کھاؤں گا اور کتنے دن جیوں گا۔ آخر مروں گا تو خدا کو کیا جواب دوں گا۔ حاتم نے بہتری منت کی کہ مجھے لے چل میں خوشی سے کہتا ہوں اور ہمیشہ اس آرزو میں رہتا ہوں کہ میری جان و مال کسی کے کام آئے تو بہتر ہے۔لیکن وہ بڈھا کسی طرح حاتم کو لے جانے پر راضی نہ ہوا۔ آخر ناچار ہوکر حاتم نے کہا کہ اگر مجھے نہیں لے جاتا تو میں خود ہی بادشاہ کے پاس جا کر کہتا ہوں کہ اس بڈھے نے مجھے پہاڑ کی کھوہ میں چھپا رکھا تھا۔ وہ بڈھا ہنس کر بولا کہ اگر بھلائی کے بدلے برائی ملے تو یا نصیب۔ اس سوال و جواب میں اور آدمی بھی آگئے انہوں نے معلوم کیا کہ حاتم یہی ہے۔ حاتم کو ترت پکڑ لیا اور لے چلے۔ وہ بڈھا بھی افسوس کرتا ہوا پیچھے پیچھے ہولیا۔ جب نوفل کے پاس لے گئے تو اس نے پوچھا کہ اس کو کون پکڑ کر لایا ہے؟ ایک بدذات بولا کہ یہ کام میرے سوا کون کرسکتا ہے؟ یہ فتح ہمارے لیے ہے اور ہم نے جھنڈا عرش پر گاڑا ہے۔ایک اور لنترانی والا ڈینگ مار کر بولا میں کئی دن سے دوڑ دھوپ کر کے جنگل سے پکڑ کر لایا ہوں' میری محنت پر نظر کیجیے۔

اسی طرح اشرفیوں کے لالچ سے ہر کوئی کہتا تھا کہ یہ کام مجھ سے ہوا۔ بڈھا چپکا کھڑا سب کی شیخیاں سن رہا تھا۔ اور حاتم کی خاطر کھڑا رو رہا تھا۔ جب اپنی اپنی مردانگی سب بگھار چکے تو حاتم نے کہا کہ سچ بات یہ ہے کہ وہ بڈھا جو سب سے الگ کھڑا ہے مجھے لایا ہے اگر قیافہ جاننا چاہیے ہو تو دریافت کرلو اور میرے پکڑے جانے کی خاطر جو قول کہا ہے پورا کرو کہ سارے ڈیل میں زبان ایک چیز ہے۔ مرد کو چاہیے کہ جو کہے سو کرے۔ یوں تو حیبھ حیوان کو بھی خدا نے دی ہے۔ پھر انسان اور حیوان میں کیا تفاوت ہے۔ نوفل نے اس بڈھے کو پاس بلا کر پوچھا کہ سچ کہہ کہ اصل کیا ہے؟ حاتم کو کون پکڑ کر لایا ہے؟ اس نے

تمام حال کہہ سنایا اور کہا کہ حاتم میری خاطر آپ ہی چلا آیا ہے۔نوفل حاتم کی یہ ہمت سن کر متعجب ہوا کہ بل بے تیری سخاوت۔اپنی جان کا خطرہ نہ کیا۔ جتنے لوگ جھوٹے وعدے حاتم کے پکڑ لانے کے کرتے تھے حکم دیا کہ پانسو اشرفی کے عوض پانسو جوتیاں ان کے سر پر لگاؤ کہ ان کا بھیجا نکل پڑے۔ وہیں تڑ تڑ پیزاریں پڑنے لگیں۔ایک دم میں ان کے سر گنجے ہوگئے۔سچ ہے جھوٹ بولنا ایسا ہی گناہ ہے کہ کوئی اس کو نہیں پہنچ سکتا۔خدا سب کو اس بلا سے محفوظ رکھے اور جھوٹ بولنے کا چسکا نہ دے، بہت لوگ جھوٹ موٹ بکے جاتے ہیں لیکن آزمائش کے وقت سزا پاتے ہیں۔غرض ان سب کو موافق ان کے انعام دے کر نوفل نے اپنے دل میں خیال کیا کہ حاتم سے شخص جس سے دنیا کو فیض پہنچتا ہے اور جو محتاجوں کی خاطر اپنی جان تک سے دریغ نہیں کرتا اور خدا کی راہ میں سرتاپا حاضر ہے دشمنی رکھنی اور اس کا مدعی ہونا آدمیت اور انسانیت سے بعید ہے۔تواضع اور تعظیم کر کے پاس بٹھایا اور حاتم کا ملک واملاک اور مال واسباب جو کچھ ضبط کیا تھا وہیں چھوڑ دیا۔نئے سرے سے سردارِ قبیلہ طے کی اسے دی اور اس بڈھے کو پانسو اشرفیاں اپنے خزانہ سے دلوادیں۔وہ دعائیں دیتا چلا گیا۔

مشکل الفاظ اور ان کے معنی

الفاظ	معنی	الفاظ	معنی	الفاظ	معنی
اسباب	سامان	منادی	اعلان کرنا	نام آوری	شہرت
قرق	ضبط	جستجو	تلاش	طالع	نصیب
بعید	دور	ترت	فوراً	خاطر جمع	تسلی
منت	خوشامد	قیافہ	اندازہ	تفاوت	فرق
سخاوت	فیاضی	دریغ	انکار، تامّل	پیزاریں	جوتیاں

مشقی سوالات

معروضی سوالات:

۱۔ ’’قصّہ حاتم طائی‘‘ کے مصنف کا نام ہے؟

(الف) سر سید احمد خاں　　(ب) میر امّن

(ج) مولوی نذیر احمد　　(د) غالبؔ　　(　　)

۲۔ ’’قصّہ حاتم طائی‘‘ کس کتاب سے لیا گیا ہے؟

(الف) غالبؔ کے خطوط　　(ب) باغ و بہار

(ج) حاتم طائی (د) الف لیلیٰ ( )

۳۔ کس بادشاہ کو حاتم سے دشمنی تھی؟

(الف) سب کو (ب) وزیر کو

(ج) نوفل کو (د) غلام کو ( )

۴۔ ''اے عزیز حاتم طائی میں ہی ہوں'' یہ جملہ حاتم نے کس سے کہا؟

(الف) بادشاہ سے (ب) بڈھے سے

(ج) نوفل سے (د) لوگوں سے ( )

مختصر ترین سوالات:

۵۔ اگر حاتم نوفل سے جنگ کرتا تو کیا انجام ہوتا؟

۶۔ ''اگر بھلائی کے بدلے برائی ملے تو یا نصیب'' یہ لفظ کس نے کہے؟

۷۔ کیا بڈھا حاتم کو پکڑ کر بادشاہ کے پاس لے گیا؟

۸۔ حاتم نے کس شخص کے لیے کہا کہ وہ مجھے لایا ہے؟

مختصر سوالات:

۹۔ نوفل کو حاتم سے کیا دشمنی تھی؟

۱۰۔ نوفل نے حاتم کو کیا نقصان پہنچایا؟

۱۱۔ بڑھیا اور بڈھا حاتم کے بارے میں کیا سوچ رہے تھے؟

تفصیلی سوالات:

۱۲۔ حاتم طائی کی ایمانداری اور فیاضی کے بارے میں آپ کیا جانتے ہیں؟

۱۳۔ نوفل حاتم سے کیوں متاثر ہوا؟ اور اس کا کیا انعام دیا؟ اپنے الفاظ میں لکھیے۔

جواب نامہ (معروضی سوالات):

۱۔ب ۲۔ب۔ ۳۔ج ۴۔ب

سند باد جہازی کا ایک سفر

کسی زمانے کا ذکر ہے کہ بغداد میں ایک لکڑ ہارا رہتا تھا۔ وہ ایک دن لکڑیوں کا گٹھّا اٹھائے ایک گلی سے گزر رہا تھا۔ گرمی کے دن تھے۔ سوچا دھوپ سخت ہے کچھ دیر آرام کر لینا چاہیے۔ گٹھّا سر سے اتارا اور دیوار کے سایے میں بیٹھ گیا۔

آرام کرنے کے لیے آنکھیں بند کیں تو کانوں میں ناچ گانے کی سریلی آوازیں آنے لگیں۔ اس نے سر اٹھا کر بلند عمارت کی طرف دیکھا اور زور سے کہنے لگا اے خدا یہ کہاں کا انصاف ہے؟ صبح سے شام تک محنت کرتا ہوں پھر بھی پیٹ بھر روٹی نہیں ملتی اور یہ امیر ہے کہ دن بھر آرام کرتا ہے اور روزانہ ہزاروں روپے خرچ کرتا ہے۔

یہ کہہ ہی رہا تھا کہ نوکر پھاٹک سے باہر نکلا اور لکڑ ہارے سے کہنے لگا: ''چلو تمہیں ہمارے سرکار سند باد نے بلایا ہے۔'' لکڑ ہارا گھبرایا ہوا نوکر کے پیچھے چل پڑا۔ جب محل میں داخل ہوا تو دیکھتا کیا ہے دستر خوان بچھا ہوا ہے۔ بہت سے لوگ بیٹھے ہوئے ہیں۔ ان کے سامنے طرح طرح کے لذیذ کھانے رکھے ہوئے ہیں۔ سند باد نے لکڑ ہارے کو اپنے پاس بٹھا لیا اور سب کے ساتھ اس کو بھی اچھے اچھے کھانے کھلائے۔ جب سب لوگ رخصت ہو گئے تو سند باد نے ہنستے ہوئے لکڑ ہارے سے کہا: دوست میں نے تمہاری باتیں سن لی ہیں لیکن ان کا برا نہیں مانا۔ سنو! میں تمہیں سناتا ہوں کہ یہ بے انتہا دولت مجھے کتنی محنت کے بعد ملی ہے۔

بچپن سے مجھے دنیا کی سیر و سیاحت اور تجارت کا بہت شوق تھا۔ جب میں بڑا ہوا تو میں نے بہت سا مال خریدا اور سوداگروں کے ایک جہاز پر سوار ہو گیا۔ ہم بہت دنوں تک سمندر میں سفر کرتے رہے

اور جزیرہ جزیرہ جا کر اپنا مال فائدے سے بیچتے رہے۔ ایک دن ہم ایک ایسے جزیرے میں پہنچے جہاں آبادی نہیں تھی۔ چاروں طرف جنگل اور سبزہ ہی سبزہ نظر آرہا تھا۔ سب سوداگر جہاز سے اتر کر سیر کرنے لگے۔ میں بھی ایک طرف چل پڑا۔ ٹھنڈی ٹھنڈی ہوا کے جھونکوں سے نیند سی آنے لگی۔ میں سبزہ پر لیٹ گیا اور لیٹتے ہی آنکھ لگ گئی۔ معلوم نہیں کب تک سوتا رہا۔ جب آنکھ کھلی تو گھبرا کر ساحل کی طرف دوڑا۔ لیکن وہاں جہاز موجود نہ تھا۔ مجھے اس جزیرے میں چھوڑ کر جہاز جا چکا تھا۔

اس جزیرے میں اب میں اکیلا رہ گیا تھا۔ ادھر ادھر دیکھا تو ایک سفید گنبد نظر آیا۔ میں اس گنبد کی طرف چلا۔ دیکھا کہ کوئی دروازہ ہی نہیں۔ تھوڑی دیر بعد کیا دیکھتا ہوں کہ ایک بڑا ابر کا ٹکڑا آیا اور اس گنبد پر بیٹھ گیا۔ میں نے کتابوں میں رخ پرندے اور اس کے انڈے کا ذکر پڑھا تھا۔ سوچا ضرور یہ رخ پرندہ ہے اور یہ اس کا انڈا ہے۔ میں نے اپنی پگڑی کھولی اور ہمت کر کے خود کو اسکی ٹانگ سے باندھ لیا۔ رات اسی طرح گزاری۔ صبح وہ پرندہ اڑا اتنا اونچا کہ زمین نہیں نظر آتی تھی۔ پھر تیزی سے ایک گھاٹی میں اترا۔ میں نے جلدی سے اپنے آپ کو کھول لیا۔

گھاٹی اس قدر گہری تھی کہ اوپر چڑھنا دشوار تھا۔ چاروں طرف اونچے اونچے پہاڑ تھے۔ آخر چلنا شروع کیا۔ راستے میں بہت سے جواہرات پڑے ہوئے نظر آئے۔ میں نے خوشی خوشی انہیں اکٹھا کرنا شروع کیا۔ یہاں اژدہے بھی تھے جو آدمی کو نگل جاتے ہیں۔ میں نے ایک چھوٹا غار ڈھونڈا اور اسے صاف کر کے اس کا منہ پتھروں سے بند کر دیا اور رات بھر اس میں پناہ لی۔ جب صبح ہوئی تو غار سے باہر آیا۔ بھوک کے مارے پتلی حالت تھی۔ درختوں کے پھل توڑ توڑ کر کھائے اور چشمے کا پانی پیا۔ جب جان میں جان آئی تو چشمے کے کنارے بیٹھ گیا۔ دیکھتا کیا ہوں کہ پہاڑوں پر سے گوشت کے بڑے بڑے ٹکڑے گر رہے ہیں اور ان گوشت کے ٹکڑوں کو پرندے اٹھا اٹھا کر گھونسلوں میں لے جا رہے ہیں۔ میں نے دیکھا کہ ان کے ساتھ زمین پر بکھرے ہوئے جواہرات چمٹے ہوئے ہیں۔ اتنے میں

پہاڑوں پر انسانوں کا شور وغل سنائی دینے لگا اور میں سمجھ گیا کہ ان لوگوں نے جواہرات حاصل کرنے کے لیے یہ طریقہ اختیار کیا ہے۔

مجھے ایک تدبیر سوجھی۔ میں نے بہت سے جواہرات اکٹھا کیے اور ایک گوشت کے ٹکڑے کو اپنی پیٹھ سے باندھ کر لیٹ گیا۔ کچھ دیر بعد ایک بڑا پرندہ گوشت کے لالچ میں میری طرف بڑھا اور گوشت کے اس بڑے ٹکڑے کو جس سے میں نے خود کو باندھ رکھا تھا پنجوں سے پکڑ لیا اور لے اڑا۔ جب میں نیچے گرا تو لوگ دوڑ کر میرے پاس آئے لیکن مجھے دیکھا تو بہت مایوس ہو گئے۔ میں نے ان سے کہا آپ رنج نہ کریں میں بہت سے جواہرات اپنے ساتھ باندھ لایا ہوں۔ انھوں نے میری کہانی سنی تو حیران رہ گئے اور اپنے ساتھ جہاز میں بٹھا لیا۔ کچھ دنوں کے سمندری سفر کے بعد میں اپنے وطن پہنچ گیا اور آرام سے زندگی گزارنے لگا۔

اپنے سفر کا حال بیان کر کے سند باد نے لکڑہارے کو روپیوں سے بھری ہوئی ایک تھیلی دی اور کہا۔ ''محنت کے بغیر انسان کو راحت نصیب نہیں ہوتی۔'' (عربی ترجمہ)

مشکل الفاظ اور ان کے معنی

معنی	الفاظ
مختلف مقامات کی سیر کرنا	سیاحت
سمندر سے گھری ہوئی زمین	جزیرہ
دریا کا کنارہ	ساحل
جان بچانا	پناہ لینا
اطمینان ہونا	جان میں جان آنا
آرام	راحت
حکمت، سوچنا، جتن	تدبیر

مشقی سوالات

معروضی سوالات:

۱۔ اس سبق میں کس کے سفر کا بیان ملتا ہے؟

(الف) سندباد جہازی کے (ب) اکبر کے

(ج) رانا پرتاپ کے (د) بابر کے ( )

۲۔ لفظ ''تدبیر'' کے معنی ہیں؟

(الف) خوشی (ب) جتن

(ج) غم (د) محبت ( )

۳۔ لکڑہارا کس ملک کا رہنے والا تھا؟

(الف) بغداد کا (ب) ہندوستان کا

(ج) روم کا (د) یونان کا ( )

۴۔ سندباد کو بے انتہا دولت کس طرح حاصل ہوئی؟

(الف) غلامی کر کے (ب) چوری کر کے

(ج) محنت کر کے (د) ان میں سے کوئی نہیں ( )

مختصر ترین سوالات:

۵۔ نیچے لکھے ہوئے محاوروں کو جملوں میں استعمال کیجیے۔

آنکھ لگنا۔ جان میں جان آنا۔

۶۔ نیچے لکھے ہوئے لفظوں سے مذکر اور مؤنث چھانٹ کر لکھیے۔

لکڑہارا۔ گلی۔ سبزہ۔ جہاز۔ ہوا۔ تھیلی۔ سانپ۔ غذا۔

۷۔ بچپن ہی سے سندباد کو کیا شوق تھا؟

۸۔ جزیرے کے چاروں طرف کیا نظر آ رہا تھا؟

مختصر سوالات:

۹۔ لکڑہارے نے خدا سے کیا شکایت کی؟

۱۰۔ لکڑہارے نے سندباد کے محل میں کیا دیکھا؟

۱۱۔ سندباد جزیرے پر اکیلا کیوں رہ گیا تھا؟

تفصیلی سوالات:

۱۲۔ لوگ گھاٹی سے جواہرات کیسے حاصل کرتے تھے؟

۱۳۔ رخصت ہوتے وقت سندباد نے لکڑ ہارے سے کیا کہا؟

جواب نامہ (معروضی سوالات):

۱۔الف ۲۔ب۔ ۳۔الف ۴۔ج

حکیم اجمل خاں

مُحِبِّ وطن حکیم اجمل خاں کی شخصیت کسی تعارف کی محتاج نہیں ہے۔ان کا شمار ان کثیرالجہاد حضرات کی فہرست میں بجاطور پر ہوتا ہے جنہوں نے ہندوستان کی عظمت ووقار کو بامِ عروج پر پہنچانے کے لیے مسلسل جاں فشانی کی۔

صد افسوس کہ نصابی کتابوں میں حکیم محمد اجمل خاں کا ذکر بامشکل ملتا ہے۔لہٰذا اسی کمی کے پیش نظر زیرنظر نصابی کتاب ''صدائے اردو'' میں حکیم محمد اجمل خاں سے متعلق سبق شامل کیا گیا ہے تا کہ ہمارے طلباء وطالبات موصوف کی سوانح حیات اور مختلف خدمات کے پیش نظر معلومات حاصل کرسکیں۔

ڈاکٹر معین الدین شاہینؔ

حکیم اجمل خاں

حکیم محمد اجمل خاں کا شمار ان مایۂ ناز شخصیات میں ہوتا ہے جنہوں نے اپنے ملک و قوم کا نام روشن کیا۔ انہیں ماہر طب، مجاہدِ آزادی، قابلِ قدر صحافی، سرگرمِ عمل سیاست داں اور ماہرِ تعلیم کی حیثیت سے شہرت و مقبولیت حاصل ہوئی۔ اجمل خاں حکیموں اور طبیبوں کے عالمانہ گھرانے کے چشم چراغ تھے۔ اس گھرانے کو ان کے دادا حکیم محمد شریف خاں کے نام کی رعایت سے ''شریفی خاندان'' کے نام سے جانا پہنچانا جاتا تھا۔

یہ خاندان مغلوں کے عہد حکومت میں ہندوستان آکر آباد ہوا اس گھرانے کو ہمیشہ عزّت و احترام کی نظر سے دیکھا جاتا تھا۔ حکیم اجمل خاں کے دادا محمد شریف خاں جنہیں ''رئیسِ دہلی'' کہا جاتا تھا، مغل بادشاہ شاہ عالم کے ''طبیبِ خاص'' کی حیثیت رکھتے تھے۔ انہوں نے ''شریف منزل'' نامی ایک عمارت تعمیر کروا کر اس میں ایک ''شفا خانہ'' اور کالج قائم کیا جہاں طب یونانی سے متعلق تعلیم دی جاتی تھی اور غریب مریضوں کا مفت علاج کیا جاتا تھا۔ ''شریف منزل'' پورے برِّصغیر میں علم طب کا مقبول و معروف ادارہ تھا۔

حکیم محمود خاں کے صاحبزادے حکیم محمد اجمل خاں کی ولادت ۱۲/نومبر ۱۸۶۳ء کو دہلی میں ہوئی۔ بعض حضرات نے موصوف کی تاریخ ولادت ۱۱/نومبر ۱۸۶۸ء (۱۷شوّال ۱۲۸۴ھ) بتائی ہے۔ لیکن بیش تر حضرات نے ۱۲/نومبر ۱۸۶۳ء کو ان کی درست تاریخ ولادت تسلیم کیا ہے۔

حکیم اجمل خاں نے روایتِ زمانہ کے مطابق دینی اور دنیاوی تعلیم یکساں طور پر حاصل کی۔ انہوں نے ایک طرف قرآن مجید حفظ کیا اور دوسری طرف عربی، فارسی، اردو اور انگریزی میں مہارت

حاصل کی۔ اپنے اہل خاندان حکیموں، طبیبوں اور عالموں کی نگرانی میں طبابتِ یونانی کی تعلیم کا آغاز کیا جس کی تکمیل دہلی کے ''صدیقی دواخانہ'' کے حکیم عبدالجمیل کی دیکھ ریکھ میں ہوئی۔

حکیم اجمل خاں کی غیر معمولی صلاحیتوں سے متاثر ہوکر ۱۸۹۲ء میں نواب رام پور نے انہیں اپنا ''معالج خاص'' مقرر کیا۔ اس زمانے میں حکیم صاحب کو ''مسیحائے ہند''، ''بے تاج بادشاہ'' اور ''مسیح الملک'' جیسے القاب وخطابات سے یاد کیا جاتا تھا۔ قدرت کی طرف سے انہیں یہ اعزاز حاصل تھا کہ وہ مریض کا چہرہ دیکھ کر اس کی بیماری کا پتہ لگالیتے تھے۔ اپنے دادا محمد شریف خاں کی روایت کو آگے بڑھاتے ہوئے حکیم اجمل خاں نے بھی تین مشہور زمانہ طبی ادارے قائم کیے جن میں ''سینٹرل کالج'' دہلی ''ہندوستانی دواخانہ'' اور ''آیورویدک اور یونانی طبیہ کالج'' کا شمار بطور خاص ہوتا ہے۔

جیسا کہ بیان کیا جاچکا ہے حکیم اجمل خاں ماہر تعلیم کی حیثیت بھی رکھتے تھے تاہم انہوں نے ''ندوۃ العلماء'' کے ذریعہ مذہبی امور اور تعلیم کو عام کرنے میں پیش رفت کی۔ علاوہ ازیں جامعہ ملیہ اسلامیہ کے بانیوں کے ساتھ مل کر اس ادارے کے قیام میں بنیادی کام کیا۔ آپ کی خداداد صلاحیتوں کے پیش نظر ۲۲/نومبر ۱۹۲۰ء کو اتفاق رائے سے آپ کو جامعہ ملیہ اسلامیہ کا پہلا چانسلر منتخب کیا گیا۔ آپ تادم حیات یعنی ۱۹۲۷ء تک اس عہدہ پر فائز رہے۔ واضح ہو کہ جامعہ کو علی گڑھ سے دہلی منتقل کرانے کا سہرا بھی حکیم اجمل خاں کے سر بندھتا ہے۔

جامعہ ملیہ اسلامیہ اس وقت ایسا ادارہ تھا جو معاشی بدحالی کا شکار تھا۔ لیکن حکیم اجمل خاں نے اس ادارے کے لیے جگہ جگہ سے مالی تعاون حاصل کرنے کی جی توڑ کوشش کی۔

صحافت بھی حکیم اجمل خاں کا محبوب مشغلہ تھا۔ اس کا ایک سبب یہ بھی تھا کہ ان کے بیشتر اہل خاندان علم صحافت سے وابستہ تھے ان حضرات نے ایک ہفتہ وار ''اکمل الاخبار'' (اردو) کا اجرا کیا تھا۔ حکیم صاحب نے اس اخبار میں مختلف موضوعات پر مضامین ومقالات سپرد قلم کر کے اپنی صحافتی سرگرمی کا

ثبوت فراہم کرایا۔

حکیم صاحب بہت فراخ دل انسان تھے۔آپ تمام مذاہب اوراقوام کے لوگوں کا احترام کرتے تھے۔قومی یکجہتی اور وطن پرستی کی تحریک کو مضبوط و مستحکم کرنے کی غرض سے آپ ہمیشہ کوشاں رہے۔یہی سبب ہے کہ مسلمانوں کے ساتھ ساتھ غیر مسلم حضرات بھی ان کی عزت وتکریم کرتے تھے۔ان کے احترام کا اندازہ اس بات سے بھی لگایا جا سکتا ہے کہ ایک مرتبہ ''ہندومہاسبھا'' نے انہیں اپنے پروگرام کا صدر بنایا جہاں حکیم صاحب نے اپنی صدارتی تقریر میں صاف طور پر فرمایا تھا کہ ہندومسلم اتحاد پر زور دیا جائے۔کسی قسم کے اختلاف کو ان دونوں قوموں کے درمیان بڑھنے نہیں دیا جائے۔

مجاہد آزادی کی حیثیت سے بھی حکیم صاحب انفرادی کارناموں کے لیے جانے جاتے ہیں۔ ۱۹۱۶ء میں آپ کی مہاتما گاندھی سے پہلی ملاقات ہوئی۔دونوں ایک دوسرے سے متاثر ہوئے چنانچہ جب گاندھی جی نے ''عدم تعاون'' اور ترکِ موالات'' کی تحریک چلائی تو حکیم صاحب نے گاندھی جی کی ہمنوائی کی۔اسی طرح مولانا شوکت علی اور مولانا محمد علی جوہؔر نے جب ''تحریکِ خلافت'' کا مطالبہ کیا تو حکیم صاحب نے وہاں بھی اپنی سرگرمی کا مظاہرہ کیا۔واضح ہو کہ آپ کی سرگرم عمل شخصیت سے متاثر ہو کر ہی آپ کو ''آل انڈیا خلافت کمیٹی'' کا صدر بنایا گیا تھا۔تحریکِ آزادی کے دنوں میں جب ''جمیعت علمائے ہند' نے علمِ جہاد بلند کیا تو حکیم صاحب بھی اس سلسلے میں پیش پیش رہے۔آپ ہندوستانی مجاہدوں کے ہمراہ جیل میں ڈالے گئے۔حکیم صاحب کے ڈاکٹر مختار احمد انصاری، مولانا ابوالکلام آزاؔد' موتی لال نہرو' جواہر لال نہرو اور لالہ لاج پت رائے وغیرہ سے بھی دیرینہ تعلقات تھے۔اس کا سبب یہ تھا کہ آپ انڈین نیشنل کانگریس کے بھی صدر رہے۔

زندگی بھر دل کے مریضوں کا علاج کرنے والے حکیم اجمل خاں کا انتقال دل کی بیماری کے سبب ۲۰ دسمبر ۱۹۲۷ء کو ہوا۔آپ کے انتقال کی خبر سے پورے ملک میں صف ماتم بچھ گئی۔جگہ جگہ تعزیتی جلسے

منعقد ہوئے جہاں حکیم صاحب کو خراجِ عقیدیت پیش کرتے ہوئے ان کی خدمات کے پیشِ نظر مرحوم کی تعریف وتوصیف کی گئی۔

مشکل الفاظ اوران کے معنی

الفاظ	معنی
مایۂ ناز	فخر وناز کا سبب
مجاہد	کوشش کرنے والا‘ جاں فشانی کرنے والا
سرگرم عمل	ہر وقت یا ہمہ وقت کوشش کرنے والا
گوناگوں	طرح طرح کی، رنگ برنگی
طِب	حکمت‘ علاج معالجے کا علم وغیرہ
طبیب	ڈاکٹر‘ حکیم‘ وید‘ معالج‘ علاج کرنے والا
برِّصغیر	چھوٹا براعظم‘ مجازاً پاکستان اور بھارت
پیش تر	اکثر یا زیادہ تر
معالج	علاج کرنے والا‘ حکیم‘ وید‘ طبیب
پیش رفت	قابو‘ بس‘ کارگر وغیرہ
تادم حیات	تازندگی‘ عمر بھر‘ زندگی تک

منتقل	ایک جگہ سے دوسری جگہ جانا
معاشی بدحالی	بسر اوقات سے متعلق کمی، کمزوری، غریبی
مستحکم	پکا، مضبوط، سخت، اٹل وغیرہ
تکریم	عزت کرنا، تعظیم کرنا، ادب کرنا
کوشاں	کوشش کرنے والا
اتحاد	یگانگت، ملاپ، دوستی، ایکا وغیرہ
انفرادی	شخصی، ذاتی، کسی شخص کی ذات سے مخصوص
ہمنوائی	ہم آہنگ، ہم آواز یا ہم صفیر ہونا۔

مشقی سوالات

معروضی سوالات:

۱۔ حکیم اجمل خاں کی پیدائش کہاں ہوئی تھی؟

(الف) لکھنؤ میں　　(ب) رام پور میں

(ج) دہلی میں　　(د) حیدرآباد میں　　(　　)

۲۔ حکیم اجمل خاں کے دادا نے کون سی مشہور عمارت تعمیر کروائی تھی؟

(الف) لال قلعہ　　(ب) شریف منزل

(ج) تاج محل (د) قطب مینار ( )

۳۔ حکیم اجمل خاں کس کے ''معالجِ خاص'' مقرر ہوئے تھے؟

(الف) نواب ٹونک کے (ب) نواب جاورہ کے

(ج) نواب اودھ کے (د) نواب رام پور کے ( )

۴۔ حکیم اجمل خاں کس تعلیمی ادارے کے چانسلر منتخب ہوئے تھے؟

(الف) جامعہ ملیہ اسلامیہ کے (ب) علی گڑھ مسلم یونیورسٹی کے

(ج) جامعہ عثمانیہ حیدرآباد کے (د) جواہر لعل یونیورسٹی دہلی کے ( )

مختصر ترین سوالات:

۵۔ حکیم اجمل خاں نے کس ادارے کے قیام میں بنیادی کام کیا تھا؟

۶۔ حکیم اجمل خاں کو کن کن القاب وخطابات سے یاد کیا جاتا ہے؟

۷۔ حکیم اجمل خاں کسی مریض کی بیماری کا پتہ کیسے لگا لیتے تھے؟

۸۔ کس ہفتہ وار اردو اخبار میں اجمل خاں کے مضامین شائع ہوتے تھے؟

مختصر سوالات:

۹۔ حکیم اجمل خاں کی فراخ دلی کا ثبوت کس طرح فراہم ہوتا ہے؟

۱۰۔ حکیم اجمل خاں کے کن کن حضرات سے دیرینہ تعلقات تھے؟

۱۱۔ حکیم اجمل خاں نے کون کون سے ادارے قائم کیے؟

تفصیلی سوالات:

۱۲۔ حکیم اجمل خاں کی سوانح اور مختلف خدمات پر روشنی ڈالیے؟

۱۳۔ حکیم اجمل خاں کی شخصیت سے آپ کیوں متاثر ہوتے ہیں؟

جواب نامہ (معروضی سوالات):

۱۔ج ۲۔ب۔ ۳۔د ۴۔الف

ڈاکٹر ذاکر حسین

ڈاکٹر ذاکر حسین ۱۸۹۷ء میں حیدرآباد میں پیدا ہوئے۔ان کی ابتدائی تعلیم اسلامیہ اسکول اٹاوہ اترپردیش میں ہوئی اوراعلیٰ تعلیم کے لیےعلی گڑھ،الہ آباداور جرمنی تک کا سفرکیا۔

ڈاکٹر ذاکر حسین قابلِ قدر سیاست داں اور ماہرِتعلیم ہونے کے ساتھ ساتھ صاحبِ طرز ادیب بھی تھے۔آپ کواس بات کا احساس تھا کہ بچوں کی تعلیم کے لیےصورتِ حال ٹھیک نہیں ہے۔اسی لیے انہوں نے ہندوستانی بچوں کی تعلیم وتربیت کی غرض سے ایسے مضامین لکھےجنہیں وقت کی ضرورت قرار دیا جاسکتا ہے۔ڈاکٹر صاحب نفسیات کے بڑے ماہر تھے،خاص طور پر بچوں کی نفسیات پر ان کی مضبوط پکڑتھی۔ذاکر صاحب کاانتقال ۱۹۶۹ء میں ہوا۔

ڈاکٹر ذاکر حسین

احسان کا بدلہ احسان

بہت دنوں کا ذکر ہے جب ہر جگہ نیک لوگ بستے تھے اور دغا فریب بہت ہی کم تھا۔ ہندو مسلمان ایک دوسرے کا خیال رکھتے تھے۔کوئی کسی پر زیادتی نہیں کرتا تھا۔اور جو جس کا حق ہوتا تھا اسے مل جایا کرتا تھا ان دنوں ایک شہر تھا: عادل آباد۔اس عادل آباد میں ایک بہت دولت مند دکان دار تھا۔ دور دور کے ملکوں سے اس کا لین دین تھا۔اس کے پاس ایک گھوڑا تھا جو اس نے بہت دام دے کر ایک عرب سے خریدا تھا۔

ایک دن کا ذکر ہے کہ وہ دکان دار تجارت کی غرض سے گھوڑے پر سوار ہو کر جا رہا تھا کہ بے خیالی میں شہر سے بہت دور نکل گیا اور ایک جنگل میں جا نکلا۔ابھی یہ اپنی دھن میں آگے جا ہی رہا تھا کہ پیچھے سے چھے آدمیوں نے اس پر حملہ کر دیا۔اس نے ان کے دو ایک وار تو خالی کر دیے لیکن جب دیکھا کہ وہ چھے ہیں تو سوچا کہ اچھا یہی ہے کہ ان سے بچ کر نکل چلوں۔اس نے گھوڑے کو گھر کی طرف پھیرا، لیکن ڈاکوؤں نے بھی اپنے گھوڑے پیچھے ڈال دیئے۔اب تو عجیب حال تھا۔سارا جنگل گھوڑوں کی ٹاپوں سے گونج رہا تھا۔ سچ یہ ہے کہ دکان دار کے گھوڑے نے اسی دن اپنے دام وصول کرا دیے۔ کچھ دیر بعد ڈاکوؤں کے گھوڑے پیچھے رہ گئے۔گھوڑا دکان دار کی جان بچا کر اسے گھر لے آیا۔

اس روز گھوڑے نے اتنا زور لگایا کہ اس کی ٹانگیں بے کار ہو گئیں۔خدا کا کرنا ایسا ہوا کہ کچھ دنوں بعد غریب کی آنکھیں بھی جاتی رہیں۔لیکن دکان دار کو اپنے وفادار گھوڑے کا احسان یاد تھا۔ چنانچہ اس نے سائیس کو حکم دیا کہ جب تک گھوڑا جیتا رہے، اس کو روز صبح و شام چھے سیر دانہ دیا جائے اور اس سے کوئی کام نہ لیا جائے۔

لیکن سائیس نے اس حکم پر عمل نہ کیا۔ وہ روز بروز گھوڑے کا دانہ کم کرتا گیا۔ یہی نہیں بلکہ ایک

روز اسے اپاہج اور اندھا سمجھ کر اصطبل سے نکال دیا۔ بے چارہ گھوڑا رات بھر بھوکا پیاسا' بارش اور طوفان میں باہر کھڑا رہا۔ جب صبح ہوئی تو جوں توں کر کے وہاں سے چل دیا۔

اسی شہر عادل آباد میں ایک بڑی مسجد تھی اور ایک بڑا مندر۔ ان میں نیک ہندو اور مسلمان آ کر اپنے اپنے ڈھنگ سے عبادت کرتے اور خدا کو یاد کرتے تھے۔ مندر اور مسجد کے بیچ ایک بہت اونچا مکان تھا اس کے بیچ میں ایک بڑا سا کمرہ تھا۔ کمرے میں ایک بہت بڑا گھنٹہ لٹکا ہوا تھا اور اس میں ایک لمبی رسّی بندھی ہوئی تھی۔ اس گھر کا دروازہ دن رات کھلا رہتا۔ شہر عادل آباد میں جب کوئی کسی پر ظلم کرتا یا کسی کا مال دبا لیتا یا کسی کا حق مار لیتا تو وہ اس گھر میں جاتا، رسی پکڑ کر کھینچتا۔ یہ گھنٹہ اس زور سے بجتا کہ سارے شہر کو خبر ہو جاتی۔ گھنٹے کے بجتے ہی شہر کے سچے' نیک دل ہندو مسلمان وہاں آ جاتے اور فریادی کی فریاد سن کر انصاف کرتے۔ اتفاق کی بات کہ اندھا گھوڑا ابھی صبح ہوتے ہوتے اس گھر کے دروازے پر جا پہنچا۔ دروازے پر کچھ روک ٹوک تو تھی نہیں' گھوڑا سیدھا گھر میں گھس گیا۔ بیچ میں رسّی تھی۔ یہ غریب مارے بھوک کے ہر چیز پر منہ چلاتا تھا' رسّی جو اس کے بدن سے لگی تو وہ اسی کو چبانے لگا۔ رسّی جو ذرا کھنچی تو گھنٹہ بجا۔ مسلمان مسجد میں نماز کے لیے جمع تھے پجاری مندر میں پوجا کر رہے تھے۔ گھنٹا جو بجا تو سب چونک پڑے اور اپنی اپنی عبادت ختم کر کے اس گھر میں آن کر جمع ہو گئے۔ شہر کے پنچ بھی آ گئے۔ پنچوں نے پوچھا: ''یہ اندھا گھوڑا کس کا ہے؟'' لوگوں نے بتایا: ''یہ فلاں تاجر کا ہے۔ اس گھوڑے نے تاجر کی جان بچائی تھی۔'' پوچھا گیا تو معلوم ہوا کہ تاجر نے اسے نکال باہر کیا ہے۔ پنچوں نے تاجر کو بلوایا۔ ایک طرف اندھا گھوڑا تھا' اس کی زبان نہ تھی جو شکایت کرتا۔ دوسری طرف تاجر کھڑا تھا' شرم کے مارے اس کی آنکھیں جھکی تھیں۔ پنچوں نے کہا: ''تم نے اچھا نہیں کیا۔ اس گھوڑے نے تمہاری جان بچائی اور تم نے اس کے ساتھ کیا کیا؟ تم آدمی ہو، یہ جانور ہے۔ آدمی سے اچھا تو جانور ہی ہے۔ ہمارے شہر میں ایسا نہیں ہوتا۔ ہر ایک کو اس کا حق ملتا ہے اور احسان کا بدلہ احسان سمجھا جاتا ہے۔''

تاجر کا چہرہ شرم سے سرخ ہو گیا۔ اس کی آنکھوں سے آنسو نکل پڑے۔ بڑھ کر اس نے گھوڑے کی گردن میں ہاتھ ڈال دیا۔ اس کا منہ چوما اور کہا: ''میرا قصور معاف کر۔'' یہ کہہ کر اس نے وفادار گھوڑے کو ساتھ لیا اور گھر لے آیا۔ پھر اس کے لیے ہر طرح کے آرام کا انتظام کر دیا۔

مشکل الفاظ اور ان کے معنی

الفاظ	معنی
نیک	بھلا، اچھا
فریب	دھوکا
زیادتی	ظلم، جبر، زبردستی
تجارت	کاروبار، بیوپار
غرض	مقصد، مطلب
سائیس	گھوڑے کی دیکھ بھال کرنے والا
سیر	سولہ چھٹانک یا اسّی تولے کا وزن، ۹۳۳ گرام
اپاہج	جسمانی طور پر بے کار، ناکارہ
اصطبل	جہاں گھوڑے رکھے جاتے ہیں
فریادی	انصاف چاہنے والا
تاجر	تجارت کرنے والا، کاروباری
احسان	نیکی، بھلائی، اچھا سلوک

مشقی سوالات

معروضی سوالات:

۱۔ دولت مند دکان دار نے گھوڑا کس سے خرید اتھا؟

(الف) عرب سے　　(ب) جاپانی سے

(ج) چینی سے　　(د) ہندوستانی سے　　(　　)

۲۔ کتنے ڈاکوؤں نے دکاندار پر حملہ کیا؟

(الف) چار نے　　(ب) پانچ نے

(ج) چھے نے　　(د) سات نے　　(　　)

۳۔ گھوڑوں کی ٹاپوں سے کیا گونج رہا تھا؟

(الف) شہر　　(ب) جنگل

(ج) گاؤں　　(د) بستی　　(　　)

۴۔ شرم سے کس کا چہرہ سرخ ہو گیا؟

(الف) تاجر کا　　(ب) پنچ کا

(ج) ڈاکو کا　　(د) سائیس کا　　(　　)

مختصر ترین سوالات:

۵۔ صبح ہوتے ہوتے گھوڑا کہاں جا نکلا تھا؟

۶۔ تاجر کو کس نے بلوایا تھا؟

۷۔ اونچے مکان میں گھنٹہ کیوں لٹکایا گیا تھا؟

۸۔ گھوڑے نے گھنٹہ کس طرح بجایا؟

مختصر سوالات:

۹۔ دکاندار کو گھوڑے کے دام کس طرح وصول ہوئے؟

۱۰۔ سائیں نے گھوڑے کے ساتھ کیا برتاؤ کیا؟

۱۱۔ تاجر کا چہرہ شرم سے کیوں سرخ ہو گیا؟

تفصیلی سوالات:

۱۲۔ گھوڑے نے دکاندار کی جان کیسے بچائی؟

۱۳۔ پنچوں نے گھوڑے کے حق میں کیا فیصلہ کیا؟

جواب نامہ (معروضی سوالات):

۱۔الف ۲۔ج۔ ۳۔ب ۴۔الف

مجاہدِ آزادی اشفاق اللہ خاں

ہندوستان کی جنگِ آزادی کی تحریک میں جن حضرات نے مجاہدانہ کردار ادا کیا ان میں ایک اہم نام اشفاق اللہ خاں کا بھی ہے۔انہوں نے ہندوستان کی آزادی کے لیے شہادت دے کر یہ ثابت کر دیا کہ مادرِ وطن سے بڑھ کر کوئی شے نہیں ہوتی۔بچپن ہی سے اشفاق اللہ کے دل میں وطن پرستی کا جذبہ موجود تھا جس کا اظہار وہ وقتاً فوقتاً کرتے رہتے تھے اسی لیے انہیں مجاہدین آزادی نے ۱۹۲۵ء میں کاکوری معاملے میں اپنی خدمت انجام دینے کی غرض سے منتخب کیا۔حالانکہ اسی معاملے میں انہیں پھانسی کی سزا دی گئی لیکن ان کی زبان پر حرفِ شکایت کے بجائے وطن پر مر مٹنے کی خوشی کا اظہار تھا۔یہی وجہ ہے کہ آج ان کا شمار ہندوستان کے مجاہدینِ آزادی کی فہرست میں نہایت ادب واحترام سے ہوتا ہے۔

ڈاکٹر معین الدین شاہینؔ

مجاہدِ آزادی اشفاق اللہ خاں

اشفاق اللہ خاں کا شمار ہندوستان کے مجاہدین آزادی میں ہوتا ہے۔ان کی ولادت ۲۲/ اکتوبر ۱۹۰۰ء کو شاہجہاں پور (یو۔پی) کے ایک معزز افغانی پٹھان گھرانے میں ہوئی۔ان کے والد کا نام شفیق اللہ خاں اور والدہ کا نام مظہر النساء بیگم تھا۔وہ اپنے چاروں بہن بھائیوں میں سب سے چھوٹے تھے۔اسی لیے سب انہیں بہت پیار کرتے تھے۔اور اچھو میاں کہہ کر بلایا کرتے تھے۔

اشفاق اللہ اوائل عمری ہی سے وطن پرستی کے جذبے سے سرشار تھے۔ان کی وطن پرستی کو اس وقت جلا ملی جب وہ شاہجہاں پور کے مشن ہائی اسکول میں زیر تعلیم تھے۔یہاں ان کی ملاقات پنڈت رام پرساد بسملؔ سے ہوئی جو اشفاق اللہ کے بڑے بھائی کے ہم جماعت تھے۔اور اشفاق اللہ سے ایک جماعت آگے تھے۔

گو کہ بسملؔ آریہ سماجی اور اشفاق اللہ مسلمان تھے لیکن مذہب کی بناء پر کبھی دونوں میں اختلاف نہیں ہوا۔اس کا ایک سبب یہ تھا کہ دونوں کا مقصد وطن عزیز کو آزادی دلانا تھا۔اشفاق اللہ اور بسملؔ ایک دوسرے سے حقیقی بھائی کی طرح محبت کرتے تھے۔ایک مرتبہ اشفاق اللہ سخت بیمار ہوئے تو درد کی شدت اور بے ہوشی کے باعث رام۔۔۔رام۔۔۔رام۔بڑبڑانے لگے۔ان کے والد صاحب نے یہ سمجھا کہ اشفاق اللہ آسیب زدہ ہونے کے سبب ایسا کر رہے ہیں' چنانچہ انہوں نے ایک مولوی صاحب سے رابطہ کیا اور یہ بات انہیں بتائی۔مولوی صاحب کو اشفاق اللہ اور بسملؔ کی دوستی کا علم تھا۔انہوں نے بسملؔ کو بلا بھیجا۔جیسے ہی وہ اشفاق اللہ کے گھر پہنچے تو اشفاق اللہ نے انہیں گلے سے لگالیا اور ان سے گزارش کی کہ جب تک وہ صحت یاب نہ ہو جائیں بسملؔ ان کے پاس رہیں۔

جیسا کہ بیان کیا جا چکا ہے کہ اشفاق اللہ ابتداء ہی سے وطن پرستی کے جذبے سے سرشار تھے۔انہوں نے ۱۹۲۰ء میں ''تحریک خلافت'' کے دوران اسکول چھوڑ دیا اور عملی طور پر جہد آزادی میں شامل ہو گئے۔ وہ ہر قیمت پر ہندوستان کی آزادی کے خواہش مند تھے۔اسی لیے وہ ہر طرح کی اذیت و صعوبت برداشت کرنے کو تیار تھے بلکہ اپنی متاع حیات تک کو قربان کرنے کا عزم کر چکے تھے۔وہ قوم پرست شاعر تھے ان کا تخلص حسرتؔ تھا وہ اپنے عزم کو اس طرح بیان کرتے ہیں۔ ؎

بھلا جذبات الفت بھی کہیں مٹنے سے مٹتے ہیں
عبث ہیں دھمکیاں دار ورسن کی اور زنداں کی

ان کے اسی جذبے کا ثبوت ان کے ایک اور شعر سے بھی فراہم ہوتا ہے۔جو اکثر ان کی نوک زبان پر رہا کرتا تھا۔ ؎

وطن ہمارا رہے شادکام اورآزاد
ہمارا کیا ہے اگر ہم رہے' رہے نہ رہے

تحریک آزادی کو تقویت بخشنے کے لیے روپیوں اور اسلحے کی اشد ضرورت تھی' چنانچہ اس ضرورت کی تکمیل کے پیش نظر شاہجہاں پور میں ۷/اگست ۱۹۲۵ء کو مجاہدین آزادی نے ایک میٹنگ کا انعقاد کیا۔یہ میٹنگ پنڈت رام پرساد بسملؔ کے دولت خانے پر ہوئی جس میں چندر شیکھر آزاد' من متھ ناتھ گپت اور اشفاق اللہ خاں شریک ہوئے۔اس میٹنگ میں کئی فیصلے لیے گئے جن میں سب سے اہم فیصلہ یہ تھا کہ مشعل آزادی کو فروزاں کرنے کے لیے مال و زر کی ضرورت اس طرح پوری کی جائے کہ برٹش حکومت ہندوستانیوں کا خون چوس چوس کر جو دولت جمع کرتی ہے اسے لوٹ لیا جائے۔اس فیصلے کے پس پشت یہ نظریہ بھی کارفرما تھا کہ جب یہ خبر پورے ملک میں پھیلے گی تو مجاہدین آزادی کے حوصلے مزید بلند ہوں گے۔اشفاق اللہ ابتداً اس فیصلے سے متفق نہیں تھے' لیکن جب مجاہد دوستوں نے انہیں سمجھایا کہ جس مال

وزر کی لوٹ کی سعی ہم کریں گے' وہ ہمارے ہم وطنوں کا یعنی ہمارا ہی ہے' افسوس کہ انگریز اس پر قبضہ کر لیتے ہیں اور پھر یہ مال وزر ہم تحریک آزادی کے لیے ہی حاصل کریں گے کسی ناجائز کام کے لیے نہیں۔ اشفاق اللہ خاں بالآخر اس فیصلے پر رضامند ہو گئے۔ اپنی اسکیم کو اشفاق اللہ اور ان کے مجاہد دوستوں نے اس طرح عملی جامہ پہنانے کی کوشش کی کہ شاہجہاں پور اور لکھنؤ کے درمیان کاکوری اسٹیشن پر ریل گاڑی کو روک کر سرکاری مال وزر لوٹ لیا جائے۔ ۹/اگست ۱۹۲۵ء کو ایک پیسنجر ٹرین میں آٹھ دس افراد سوار ہو کر شاہجہاں پور سے لکھنؤ کے لیے روانہ ہوئے۔ ان میں راجندر لاہڑی' پنڈت رام پرساد بسملؔ' شچیند رناتھ بخشی اور اشفاق اللہ خاں شامل تھے۔ یہ حضرات الگ الگ کمپارٹمنٹ میں بیٹھے۔ ان کے پاس ہتھیار اور تجوری توڑنے کے اوزار بھی تھے۔ ان لوگوں نے عالم نگر اور کاکوری کے بیچ چین کھینچ کر ٹرین کو روک لیا۔ حتیٰ کہ پولس گارڈ اور ڈرائیور کو اپنے قبضے میں لے لیا۔ اسی دوران اشفاق اللہ نے تجوری توڑ کر سارا مال و زر حاصل کر لیا۔ اپنا کام کر کے تمام مجاہدین آزادی فرار ہو گئے۔ افسوس کہ رام پرساد بسملؔ کے دو دوست نما غداروں نے پولس کو تمام واقعات بتا دیے اور بسملؔ کو گرفتار کر لیا گیا۔

اشفاق اللہ کئی دنوں تک کھیتوں میں چھپتے رہے اور بعد ازاں بڑی مشکل سے بنارس پہنچے۔ وہ کچھ دنوں بنارس میں رہے پھر ڈالٹن گنج (بہار) جا پہنچے۔ یہاں انہوں نے ایک اسکول میں مدرسی شروع کی۔ چند ماہ ڈالٹن گنج میں رہنے کے بعد وہ دہلی آ گئے۔ بسملؔ کی طرح آپ بھی ایک دوست نما غدّار کی غدّاری کا شکار ہوئے۔ انہیں ۸/ستمبر ۱۹۲۶ء کو گرفتار کر کے لکھنؤ لایا گیا۔ لکھنؤ جیل میں ایک افسر نے ان سے کہا کہ اشفاق اللہ کاکوری معاملے کا تمام الزام رام پرساد بسملؔ پر لگا دیں تو انہیں معافی مل سکتی ہے۔ لیکن اشفاق اللہ نے صاف منع کر دیا کہ میں وطن پرست ہوں غدار نہیں۔ کاکوری معاملے میں اشفاق اللہ اور ان کے دیگر ساتھیوں پر مشترکہ طور پر مقدمہ چلایا گیا اور مختلف الزامات کے پیش نظر انہیں پھانسی کی سزا سنائی گئی۔ اسی لیے اشفاق اللہ کو ''شہید کاکوری'' بھی کہا جاتا ہے۔

پھانسی کی سزا سے ایک روز قبل ان کے چند دوست احباب اور رشتے داران سے ملنے جیل پہنچے تو انہوں نے دیکھا کہ اشفاق اللہ کے چہرے پر کسی طرح شکن نہیں تھی بلکہ وہ بڑے ہشاش بشاش دکھائی دیے۔انہوں نے مذاقاً اپنے دوستوں سے کہا ''کل میری شادی ہونے والی ہے''سبحان اللہ اسے کہتے ہیں سچی وطن پرستی۔انہیں موت کا مطلق خوف نہ تھا بلکہ ان کی تو یہی آرزو تھی کہ ؎

کچھ آرزو نہیں ہے، ہے آرزو تو یہ ہے

رکھ دے کوئی ذرا سی خاکِ وطن کفن میں

پھانسی کے روز یعنی ۱۹رد سمبر ۱۹۲۷ءکو اشفاق اللہ صبح جلدی بیدار ہوئے۔غسل کیا فجر کی نماز پڑھی اور پھر تلاوت قرآن پاک میں مشغول ہو گئے۔صبح چھے بجے انہیں پھانسی کے لیے لے جانے لگے تو انہوں نے ایک جھولے میں قرآن شریف رکھ کر اپنے سینے پر لگا لیا۔ان کی زبان پر تلاوت قرآن پاک تھی اور قدم پھانسی کے تختے کی طرف بڑھ رہے تھے۔انہوں نے پھانسی کے پھندے کو بوسہ دیا اور بلند آواز میں کہا ''میرے ہاتھ کسی شخص کے خون میں رنگے ہوئے نہیں' مجھ پر لگائے گئے تمام الزامات غلط ہیں اللہ کی عدالت میں مجھے انصاف ملے گا۔''

انہوں نے جلاد کو بھی زحمت دینا پسند نہ کی اور خود ہی پھانسی کا پھندہ اپنے گلے میں ڈال لیا۔اور پھر انہیں پھانسی دی گئی۔شہادت کے بعد ان کے جسد خاکی کو شاہجہاں پور تکفین وتدفین کے لیے لایا گیا۔

اشفاق اللہ ہندو مسلم اتحاد کے زبردست حامی تھے وہ بارہا اپنے اہل وطن سے گزارش کرتے تھے کہ مذہبی فسادات سے دور رہیں اور کندھے سے کندھا ملا کر وطن عزیز کی آزادی کے لیے کوشش کریں اپنے ایک شعر میں انہوں نے اپنے ہم وطنوں سے مطالبہ کیا کہ ؎

یہ جھگڑے اور بکھیڑے میٹ کر آپس میں مل جاؤ

یہ تفریقِ عبث ہے، تم میں ہندو اور مسلماں کی

آج ہمارے ملک کو اشفاق اللہ خاں جیسے سچے اور پکے دیش بھگتوں کی ضرورت ہے تا کہ ہندوستانی تہذیب وتمدن کا عزووقار قائم رہے۔

مشکل الفاظ اوران کے معنی

الفاظ	معنی	الفاظ	معنی
مجاہد	جاں فشانی کرنے والا	معزز	عزت دار قابلِ تعظیم
اوائلِ عمری	اوّل کی جمع (یعنی ابتدائی ، شروعاتی) بچپن	ہم جماعت	کلاس کا ساتھی، ہم سبق، ساتھ ساتھ پڑھنے والے
رابطہ	واسطہ، تعلق، میل جول، قرابت	تکفین وتدفین	کفن دے کر دفن کرنا
اذیت	ایذا، دُکھ، تکلیف	صعوبت	سختی، مصیبت، تکلیف
تقویت	مضبوطی، طاقت، قوّت	انعقاد	منعقد ہونا، یکجا ہونا
مزید	اضافہ، بڑھوتری، زیادتی	عملی جامہ	کسی کام کو وقوع میں لانا
فرار	بھاگ جانا، غائب ہو جانا، روپوش ہو جانا	مشترکہ	ملا جُلا، ساجھے کے طور پر
جلاد	پھانسی دینے والا، ظالم، بے رحم	اتحاد	یگانگت، میل جول، ملاپ

گزارش　　درخواست کرنا،عرض کرنا　　شہید　　قربان ہونے والا، حق و صداقت پر فدا ہونے والا

جسدِ خاکی　　مٹی سے بنا ہوا جسم

مشقی سوالات

معروضی سوالات:

۱۔ اشفاق اللہ خاں کی ولادت کہاں ہوئی ؟

(الف) دہلی میں　　(ب) شاہ جہاں پور میں

(ج) کاکوری میں　　(د) لکھنؤ میں　　(　　)

۲۔ اشفاق اللہ خاں کس اسکول میں زیرِ تعلیم تھے؟

(الف) مشن ہائی اسکول شاہجہاں پور　　(ب) سینٹ جونس اسکول آگرہ

(ج) گورنمنٹ اسکول دہلی　　(د) سیکنڈری اسکول لکھنؤ　　(　　)

۳۔ مشن ہائی اسکول شاہ جہاں پور میں اشفاق اللہ خاں کی ملاقات کس سے ہوئی ؟

(الف) بھگت سنگھ سے　　(ب) چندر شیکھر آزاد سے

(ج) پنڈت رام پرساد بسملؔ سے　　(د) محمد علی جوہرؔ سے　　(　　)

۴۔ اشفاق اللہ خاں کا تخلص کیا تھا؟

(الف) عشرتؔ　　(ب) حسرتؔ

(ج) ثروت (د) رفعت ( )

مختصرترین سوالات:

۵۔ اشفاق اللہ خاں کی ولادت کب اور کہاں ہوئی ؟

۶۔ اشفاق اللہ خاں کی شہادت کب اور کہاں ہوئی ؟

۷۔ بیماری کے وقت درد کی شدت اور بے ہوشی میں اشفاق اللہ کیا بڑبڑا رہے تھے؟

۸۔ اشفاق اللہ خاں کس شخص سے اپنے حقیقی بھائی کی طرح محبت کرتے تھے؟

مختصر سوالات:

۹۔ اشفاق اللہ خاں کو ''شہید کاکوری'' کیوں کہا جاتا ہے؟

۱۰۔ پھانسی سے ایک روز قبل اشفاق اللہ خاں نے اپنے دوستوں سے کیا کہا؟

۱۱۔ پھانسی سے قبل اشفاق اللہ خاں نے بلند آواز میں کیا کہا؟

تفصیلی سوالات:

۱۲۔ اشفاق اللہ خاں کی سوانح حیات پڑھ کر آپ کو کیا درس ملتا ہے؟

۱۳۔ ہمیں اپنے وطن کی حفاظت اور ترقی کے لیے کیا کیا کرنا چاہیے؟ تا کہ اشفاق اللہ خاں جیسے مجاہدوں کی قربانیاں رائیگاں نہ جائیں۔اس سوال کا جواب اپنے استادِ محترم کی مدد سے لکھیے۔

جواب نامہ (معروضی سوالات):

۱۔ب ۲۔الف۔ ۳۔ج ۴۔ب

حصّۂ نظم

مولانا اسمٰعیل میرٹھی

مولانا محمد اسمٰعیل میرٹھی ۱۸۴۴ء میں میرٹھ میں پیدا ہوئے۔عربی اور فارسی کی تعلیم حاصل کرنے کے بعد سولہ برس کی عمر میں محکمۂ تعلیم میں ملازم ہوگئے۔ملازمت کے دوران سہارن پور، میرٹھ اور آگرہ میں رہے۔۱۸۹۱ء میں پینشن یاب ہوئے۔۱۹۱۷ء میں انتقال فرمایا۔مولانا اسمٰعیل میرٹھی ایک اچھے نثر نگار اور شاعر تھے۔انہوں نے اسکول کے بچوں کے لیے درسی کتابیں لکھیں جن کو بہت مقبولیت حاصل ہوئی۔اردو شاعری میں بھی ان کی خدمات خوب رہی ہیں۔انہوں نے چھوٹی چھوٹی انگریزی کی نظموں کا اردو میں ترجمہ کیا۔ان کی تمام نظمیں نصیحت آموز اور اصلاح کرنے والی ہیں۔چھوٹی چھوٹی باتوں سے بڑے نتائج پیدا کرنا اسمٰعیل میرٹھی کا خاص انداز ہے۔اس نظم میں اسمٰعیل میرٹھی نے بتایا ہے کہ خدائے تعالیٰ نے انسان کو بہت سی نعمتیں عطا کی ہیں۔ہمیں ان کی قدر کرنی چاہیے۔اسمٰعیل میرٹھی کی یہ حمد بہت مشہور ہے۔حمد اس نظم کو کہتے ہیں جس میں اللہ تعالیٰ کی تعریف بیان کی جائے۔

مولانا اسمٰعیل میرٹھی

حمد

تعریف اس خدا کی جس نے جہاں بنایا
کیسی زمیں بنائی ، کیا آسماں بنایا

مٹی سے بیل بوٹے، کیا خوش نما اُگائے
پہنا کے سبز خِلعت ان کو جواں بنایا

سورج سے ہم نے پائی گرمی بھی، روشنی بھی
کیا خوب چشمہ تونے ، اے مہرباں بنایا

یہ پیاری پیاری چڑیاں پھرتی ہیں جو چہکتی
قدرت نے تیری ان کو تسبیح خواں بنایا

رحمت سے تیری کیا کیا ہیں نعمتیں میسّر
ان نعمتوں کا تجھ کو ہے قدرداں بنایا

ہر چیز سے ہے تیری کاری گری ٹپکتی
یہ کار خانہ تونے کب رائیگاں بنایا

مشکل الفاظ اور ان کے معنی

الفاظ	معنی
خوش نما	اچھا دکھائی دینے والا، خوبصورت
خِلعت	قیمتی لباس جو کسی بادشاہ یا امیر کی جانب سے کسی کو اعزاز کے طور پر دیا جائے۔
چشمہ	سوتا، وہ جگہ جہاں زمین سے پھوٹ کر پانی نکلتا ہے۔
تسبیح خواں	خدا کی پاکی بیان کرنے والا، شاعر نے یہاں چہچہاتے ہوئے پرندوں کو تسبیح خواں کہا ہے۔
میسّر ہونا۔	حاصل ہونا
قدرداں	قدر کرنے والا
کارخانہ	کام کرنے کی جگہ، مراد دنیا
رائیگاں	فضول

مشقی سوالات

معروضی سوالات:

۱۔ اسمٰعیل میرٹھی کب پیدا ہوئے؟

(الف)۱۷۹۷ (ب)۱۸۹۷

(ج)۱۸۴۴ (د)۱۸۵۷ ( )

۲۔ اسمٰعیل میرٹھی کا انتقال کب ہوا؟

(الف)۱۹۱۷ (ب)۱۹۱۴

(ج)۱۸۴۴ (د)۱۹۱۸ ( )

۳۔ اسمٰعیل میرٹھی کی ولادت کہاں ہوئی؟

(الف)علی گڑھ (ب)میرٹھ

(ج)دہلی (د)آگرہ ( )

۴۔ نظم حمد کے شاعر کون ہیں؟

(الف)اسمٰعیل میرٹھی (ب)نظیرؔ اکبرآبادی

(ج)مرزا غالبؔ (د)مولانا الطاف حسین حالیؔ ( )

مختصر ترین سوالات

۵۔ اسمٰعیل میرٹھی سولہ برس کی عمر میں کس محکمہ میں ملازم ہوئے؟

۶۔ حمد کسے کہتے ہیں؟

۷۔ ہمیں کس کی تعریف کرنی چاہیے؟

۸۔ نظم میں ’’تسبیح خواں‘‘ سے کیا مراد ہے؟

مختصر سوالات۔

۹۔ شاعر نے بیل بوٹوں کو مٹی سے اُگا یا ہوا کیوں کہا ہے؟

۱۰۔ سورج کو چشمہ کیوں کہا گیا ہے؟

۱۱۔ آخری شعر میں ’’کارخانہ‘‘ سے کیا مراد ہے؟

۱۲۔ نظم ’’حمد‘‘ کا خلاصہ لکھیے۔

۱۳۔ اسمٰعیل میرٹھی کی نظم نگاری پر اظہار خیال کیجیے۔

جواب نامہ (معروضی سوالات)

۱۔ ج ۲۔ الف ۳۔ ب ۴ الف

منشی چاند بہاری لال صبؔا

''طوطیِ راجستھان''، منشی چاند بہاری لال صبؔا ۲۵ ردسمبر ۱۸۹۵ء کو پیدا ہوئے۔ آپ کایستھوں کے ماتھر خاندان سے تعلق رکھتے تھے۔ آپ کے بزرگوں کا وطن نارنول تھا، جو بعد ازاں کوٹ پتلی رہا۔ اور پھر ریاست جے پور میں مستقل طور پر رہنے لگے۔ صبؔا کے والد منشی گووند نرائن بھی فارسی کے عالم تھے۔ صبؔا کو شاعری کا شوق تھا۔ چنانچہ انھوں نے مرزا محمد تقی بیگ مائلؔ دہلوی کو اپنا استاد بنایا اور شاعری پر اصلاح لینے لگے۔ مائلؔ دہلوی بھی آپ پر خاص عنایت اور توجہ فرماتے تھے۔ اسی لیے تھوڑے ہی عرصے میں صبؔا اچھے شعر کہنے لگے۔ صبؔا کا انتقال ۳۱ دسمبر ۱۹۶۳ء کو ہوا۔

منشی چاند بہاری لال صباؔ

منقبت خواجہ غریب نوازؒ

نہیں ہے آپ سا کوئی حاجت روا، غریب نوازؒ
نہیں ہے آپ سا مشکل کشا، غریب نوازؒ

برآئے کیوں نہ میرا مدعا غریب نوازؒ
میری زبان سے نکلا ہے یا غریب نوازؒ

تمہارے روضہ میں کی ہے دعا، غریب نوازؒ
سنے گا اب بھی نہ میری خدا، غریب نوازؒ

کہاں ہے اور کوئی دوسرا، غریب نوازؒ
کہ جس سے جا کے کروں التجا، غریب نوازؒ

یہ بات کیسی ہے تم میں کہ سب کی سنتے ہو
گناہ گار ہو یا پارسا ، غریب نوازؒ

سمجھتی ایک تمہیں کو غریب پرور ہے
تمہیں کو کہتی ہے خلق خدا ، غریب نوازؒ

کوئی غریب جو کرتا ہے عرض سنتے ہو
اسی لیے ہے لقب آپ کا ، غریب نوازؒ

سنا ہے بات تمہاری وہ مان لیتا ہے
ہے جس کے ہاتھ سزا و جزا ، غریب نوازؒ

خدا رسیدوں سے ہم نے سنا ہے کہتے ہیں
تمہاری راہ ہے راہِ خدا ، غریب نوازؒ

بتادیں آپ صؔبا کو وہاں چلاجائے
جو آپ سا ہو کوئی دوسرا، غریب نوازؒ

مشکل الفاظ اوران کے معنی

الفاظ	معنی
منقبت	وہ نظم جو بزرگانِ دین کی تعریف میں کہی جائے
حاجت روا	ضرورت پوری کرنے والا
مشکل کشا	مشکل آسان کرنے والا
مدعا	مقصد، خواہش
روضہ	مقبرہ
پارسا	نیک، پرہیزگار
التجا	منت، گزارش
غریب پرور	غریبوں کو پالنے والا
خَلق	دنیا کے لوگ
لقب	وہ نام جو کسی خاص مدح کے سبب استعمال ہو
جزا	ثواب، انعام

مشقی سوالات

معروضی سوالات:

۱۔ منشی چاند بہاری لال صبؔا کب پیدا ہوئے؟

(الف) ۲۵دسمبر۱۸۹۵ (ب)۱۵جنوری۱۸۶۵

(ج)۲۲دسمبر۱۸۹۹ (د)۳۰مارچ۱۸۸۰ ( )

۲۔ صبؔا کے والد گووند نرائن کس زبان کے عالم تھے؟

(الف)اردو (ب)عربی

(ج)فارسی (د)ترکی ( )

۳۔ بزرگانِ دین کی تعریف میں کہی جانے والی نظم کو کیا کہتے ہیں؟

(الف)حمد (ب)نعت

(ج)منقبت (د)مدح ( )

۴۔ لفظ ’’برآنا‘‘ کے کیا معنی ہیں؟

(الف) پورا ہونا (ب)ناکام ہونا

(ج)بدنام ہونا (د)مشہور ہونا ( )

مختصر ترین سوالات:

مندرجہ ذیل خالی جگہوں کو مناسب الفاظ سے پورا کیجیے۔

(مان۔غریب۔ہاتھ۔لقب)

۵۔ کوئی........................جو کرتا ہے عرض سنتے ہو

۶۔ اسی لیے ہے.....................آپ کا غریب نوازؒ

۷۔ سنا ہے بات تمہاری وہ.........................لیتا ہے

۸۔ ہے جس کے........................سزاو جزا غریب نوازؒ

مختصر سوالات:

۹۔ شاعر نے مشکل کشا کسے کہا ہے؟

۱۰۔ شاعر کے مطابق غریب نواز کی بات کون مان لیتا ہے؟

۱۱۔ منقبت میں استعمال ہوئے الفاظ 'حاجت روا' اور 'التجا' کے معنی لکھیے۔

تفصیلی سوالات:

۱۲۔ درج ذیل شعر کا مطلب لکھیے۔

کہاں ہے اور کوئی دوسرا غریب نوازؒ
کہ جس سے جا کے کروں التجا غریب نوازؒ

۱۳۔ اس منقبت کا خلاصہ اپنی زبان میں لکھیے۔

جواب نامہ (معروضی سوالات):

۱۔ الف ۲۔ ج ۳۔ ج ۴۔ الف

نظیر اکبر آبادی

ولی محمد نام نظیر تخلص تھا۔ ۱۷۴۰ء کے قریب دہلی میں پیدا ہوئے۔ نظیر نے مختلف شعری اصناف میں طبع آزمائی کی ہے۔ لیکن وہ نظم گو شاعر کی حیثیت سے پہچانے جاتے ہیں۔ نظیر کو اردو ادب کی تاریخ میں ''عوامی شاعر'' کے نام سے بھی یاد کیا جاتا ہے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ انہوں نے اپنی زیادہ تر نظمیں عوامی موضوعات پر لکھی ہیں۔ ۱۸۳۰ء میں ان کا انتقال ہوا۔ نظم آدمی نامہ ان کی نظموں میں امتیازی حیثیت رکھتی ہے۔ یہ نظم مخمس کی ہیئت میں لکھی گئی ہے۔ آدمی کیا ہے؟ یہ سوال ازل سے دنیا والوں کو پریشان کیے ہوئے ہے۔ علما اور حکما نے اپنے اپنے ڈھنگ سے اس سوال کا جواب دینے کی کوشش کی ہے۔ نظیر نے اس مسئلہ پر ایک شاعر کی حیثیت سے نظر ڈالی ہے۔

انہوں نے اپنی تیز قوت مشاہدہ سے کام لے کر انسان کے وہ تمام روپ اس نظم میں پیش کر دیے ہیں جن میں وہ جلوہ گر ہوتا ہے۔ خواہ وہ چور کا روپ ہو یا بادشاہ، وزیر، قاضی، اور وکیل کا روپ، یہاں تک کہ ان کے نزدیک زندہ اور مردہ میں بھی کوئی فرق نہیں ہے۔ آدمی نامہ اس لحاظ سے بھی ایک اہم نظم ہے کہ اس نظم میں پہلی بار تفصیل کے ساتھ انسان کی بیشتر خوبیوں اور خامیوں کا احاطہ کیا گیا ہے، جو دنیا میں جلوہ گر ہیں۔

نظیر اکبرآبادی

آدمی نامہ

دنیا میں بادشاہ ہے سو ہے وہ بھی آدمی
اور مفلس و گدا ہے سو ہے وہ بھی آدمی
زردار و بےنوا ہے سو ہے وہ بھی آدمی
نعمت جو کھا رہا ہے سو ہے وہ بھی آدمی
ٹکڑے جو مانگتا ہے سو ہے وہ بھی آدمی

یاں آدمی ہی شادی ہے اور آدمی ہی بیاہ
قاضی وکیل آدمی اور آدمی گواہ
تاشے بجاتے آدمی چلتے ہیں خواہ مخواہ
دوڑے ہیں آدمی ہی مشعلیں جلا کے واہ
اور بیاہنے چڑھا ہے سو ہے وہ بھی آدمی

یاں آدمی نقیب ہو بولے ہے بار بار
اور آدمی ہی پیادے ہیں اور آدمی سوار
حقہ صراحی جوتیاں دوڑیں بغل میں مار
کاندھے پہ رکھ کے پالکی ہیں آدمی کہار
اور اُس پہ جو چڑھا ہے سو ہے وہ بھی آدمی

مرنے میں آدمی ہی کفن کرتے ہیں تیار
نہلا دھلا اٹھاتے ہیں کاندھے پر کر سوار
کلمہ بھی پڑھتے جاتے ہیں روتے ہیں زار زار
سب آدمی ہی کرتے ہیں مردے کا کاروبار

اور وہ جو مر گیا ہے سو ہے وہ بھی آدمی

مشکل الفاظ اور ان کے معنی

الفاظ	معنی
مفلس	غریب، نادار
گدا	فقیر، بھکاری
زردار	مالدار
بےنوا	بے سامان، فقیر
نعمت	بخشش، مال و دولت، لذیز چیز
یاں	یہاں
خواہ مخواں	زبردستی، بے وجہ
نقیب	خبر دینے والا، بادشاہوں کی سواری کے آگے آگے آواز نکالنے والا
کہار	پالکی اٹھانے والا

مشقی سوالات

معروضی سوالات:

۱۔ اردو کا ''عوامی شاعر'' کس کو کہا جاتا ہے؟

(الف) اکبرؔ الہ آبادی کو (ب) غالبؔ کو

(ج) نظیرؔ اکبرآبادی کو (د) اسمٰعیلؔ میرٹھی کو ( )

۲۔ ''آدمی نامہ'' نظم کس شاعر نے لکھی ہے؟

(الف) میر تقی میرؔ (ب) نظیرؔ اکبرآبادی

(ج) علامہ اقبالؔ (د) الطاف حسین حالیؔ ( )

۳۔ نظیرؔ اکبرآبادی کا اصل نام کیا تھا؟

(الف) علی محمد (ب) محمد علی

(ج) ولی محمد (د) شبیر علی ( )

۴۔ نظیرؔ اکبرآبادی کب پیدا ہوئے؟

(الف) ۱۷۴۰ء (ب) ۱۸۳۰ء

(ج) ۱۸۷۷ء (د) ۱۹۱۴ء ( )

مختصر ترین سوالات:

۵۔ لفظ 'نقیب' کے معنی بتائیے؟

۶۔ نظیر اکبر آبادی کہاں پیدا ہوئے؟

۷۔ نظیر اکبر آبادی کی وفات کب ہوئی؟

۸۔ زردار کا متضاد لکھئے۔

مختصر سوالات

۹۔ نظم ''آدمی نامہ'' کے پہلے دو بند کی تشریح کیجئے۔

۱۰۔ مندرجہ ذیل الفاظ کے معنی لکھیے۔

مفلس۔ گدا۔ بےنوا۔ نعمت۔ کہار۔

۱۱۔ نظیر اکبر آبادی کو عوامی شاعر کیوں کہا گیا ہے؟

تفصیلی سوالات

۱۲۔ نظیر اکبر آبادی کی نظم نگاری پر اظہار خیال کیجئے۔

۱۳۔ نظم ''آدمی نامہ'' کا خلاصہ لکھئے۔

جواب نامہ (معروضی سوالات):

۱۔ ج ۲۔ب ۳۔ج ۴۔الف

خواجہ الطاف حسین حالؔی

مولانا الطاف حسین حالؔی ۱۸۳۷ء میں پانی پت میں پیدا ہوئے۔حالی جب ۹ سال کے ہوئے تو ان کے والد خواجہ ایزد بخش انصاری کا انتقال ہوگیا۔ بڑے بھائی اور بہن نے تعلیم و تربیت میں کوئی کسر نہیں چھوڑی۔ وہ بچپن سے ہی بڑے ذہین اور محنتی تھے۔ پہلے قرآن پاک حفظ کیا پھر عربی فارسی پڑھی۔ لیکن کم عمری میں ہی ان کی مرضی کے خلاف ان کی شادی کردی گئی۔جس سے ناراض ہوکر گھر والوں کو بنا بتائے دہلی چلے آئے۔ دہلی آکر اپنی تعلیم کو آگے بڑھایا۔اسی زمانے میں مرزا غالبؔ سے ان کی ملاقات ہوئی۔جن سے متاثر ہوکر آپ نے شاعری شروع کی۔آپ نے مرزا غالبؔ کو شاعری میں اپنا استاد بنایا اور کلام پر اصلاح لینے لگے۔ ملازمت کے سلسلے میں حصار، جہاں گیرآباد اور لاہور کا سفر کیا۔لاہور سے پھر دہلی چلے آئے۔ جہاں سرسید احمد خاں سے ملاقات ہوئی۔ان کی فرمائش پر حالؔی نے ’’مسدّس مدّ و جزر اسلام‘‘ لکھ کر اردو شاعری میں انقلاب برپا کردیا۔حالؔی نے بچوں کی اصلاح کی غرض سے بہت سی نظمیں لکھیں۔آخر کار ۳۱؍دسمبر ۱۹۱۴ء کو ستر برس کی عمر میں آپ کا انتقال ہوا۔

خواجہ الطاف حسین حالؔی

مٹّی کا دیا

جھٹپٹے کے وقت گھر سے ایک مٹّی کا دیا
ایک بڑھیا نے سرِ راہ لا کے روشن کر دیا

تا کہ رہ گیر اور پردیسی کہیں ٹھوکر نہ کھائیں
راہ سے آساں گزر جائے ہر اک چھوٹا بڑا

یہ دیا بہتر ہے ان جھاڑ اور فانوس سے
روشنی محلوں کے اندر ہی رہی جن کی سدا

گر نکل کر اک ذرا محلوں سے باہر دیکھیے
ہے اندھیرا گھُپ درو دیوار پر چھایا ہوا

سرخ رُو آفاق میں وہ رہنما مینار ہیں
روشنی سے جن کی ملاّحوں کے بیڑے پار ہیں

مشکل الفاظ اور ان کے معنی

الفاظ	معنی
جھٹپٹے کا وقت	شام کا وقت
سرِ راہ	راہ میں، راستے میں
رہ گیر	راستہ چلنے والا
جھاڑ	مشعل، فانوس
فانوس	قندیل، لالٹین
سرخ رو	کامیاب
آفاق	افق کی جمع، دنیا
رہنما	راستہ دکھانے والا
ملاّحوں	ناؤ چلانے والے، ملاّح کی جمع

مشقی سوالات

معروضی سوالات:

۱۔ کس نے مٹّی کا دیا سرِ راہ لا کر روشن کر دیا؟

(الف) بڑھیا نے (ب) بوڑھے نے

(ج)جوان نے　　(د)بچے نے　　(　　)

۲۔ شاعر نے جھاڑ اور فانوس سے بہتر کسے بتایا ہے؟

(الف)بلب کو　　(ب)قمقمے کو

(ج)دیے کو　　(د)لالٹین کو　　(　　)

۳۔ جھاڑ اور فانوس کی روشنی ہمیشہ رہتی ہے۔

(الف)محلوں کے باہر　　(ب)محلوں کے اندر

(ج)شہروں میں　　(د)جنگلوں میں　　(　　)

۴۔ الطاف حسین حالؔی پیدا ہوئے۔

(الف) آگرہ میں　　(ب)دہلی میں

(ج)پانی پت میں　　(د)لاہور میں　　(　　)

مختصر ترین سوالات:

مندرجہ ذیل خالی جگہوں کو مناسب الفاظ سے پورا کیجیے۔

اندر۔　باہر۔　فانوس۔ چھایا۔

۵۔ یہ دیا بہتر ہے ان جھاڑ اور..............سے۔

۶۔ روشنی محلوں کے................ہی رہی جن کی سدا۔

۷۔ گر نکل کر اک ذرا محلوں سے.................دیکھیے۔

۸۔ ہے اندھیرا گھپ در و دیوار پر.................ہوا۔

مختصر سوالات:

۹۔ بڑھیا نے مٹّی کا دیا سرِ راہ لا کر کیوں روشن کر دیا تھا؟

۱۰۔ شاعر نے مٹّی کے دیے کو جھاڑ اور فانوسوں سے بہتر کیوں بتایا ہے؟

۱۱۔ ملاحوں کے بیڑے پار ہونے سے کیا مراد ہے؟

تفصیلی سوالات:

۱۲۔ درج ذیل شعر کا مطلب لکھیے۔

یہ دیا بہتر ہے ان جھاڑ اور فانوس سے
روشنی محلوں کے اندر ہی رہی جن کی سدا

۱۳۔ شاعر نے مٹی کے دیے کی کیا اہمیت بتائی ہے؟

جواب نامہ (معروضی سوالات):

۱۔ الف۔ ۲۔ج ۳۔ب ۴۔ج

ڈاکٹر علامہ اقبالؔ

علامہ اقبالؔ اردو کے عظیم قومی شاعر تھے۔ ان کی پیدائش ۹/نومبر ۱۸۷۷ء کو سیال کوٹ میں ہوئی وہ بچپن سے ہی بڑے ذہین اور محنتی تھے۔ ابتدائی تعلیم سیال کوٹ میں ہوئی۔ اعلیٰ تعلیم لاہور اور انگلستان میں حاصل کی۔ انہوں نے کیمبرج یونیورسٹی سے پی ایچ۔ ڈی۔ کی ڈگری حاصل کی اور لندن سے بیرسٹری کا امتحان پاس کیا۔ ولایت سے واپس آنے پر حکومتِ ہند نے انہیں 'سر' کے خطاب سے نوازہ۔ اس سے قبل اقبالؔ پہلے اورینٹل کالج لاہور اور بعد میں گورنمنٹ کالج لاہور میں فلسفے کے پروفیسر رہے۔

اقبالؔ کو بچپن سے ہی شاعری کا شوق تھا۔ انہوں نے لاہور کے ایک جلسے میں پہلی بار 'نالۂ یتیم' کے عنوان سے ایک نظم پڑھی تھی۔ جس کو سامعین نے بہت پسند کیا تھا۔ اقبالؔ نے اپنی شاعری کی شروعات غزل گوئی سے کی تھی۔ انہوں نے غزلیہ شاعری سے راہ ہٹالی اور نظم کو اپنا میدان بنا کر اپنی نظموں کے ذریعہ ملک و ملت کو خلوص و محبت اور حب الوطنی کا پیغام دیا۔ اردو میں اقبالؔ کے چار شعری مجموعے ملتے ہیں۔ یعنی بانگِ درا، بال جبریل، ضرب کلیم اور ارمغانِ حجاز۔

اقبالؔ نے بچوں کے لیے عام موضوعات پر بہت سی چھوٹی چھوٹی نظمیں بھی لکھیں۔ مثلاً بچے کی دعا، ماں کا خواب، ہمدردی، ہندوستانی بچوں کا قومی گیت، ترانۂ ہندی وغیرہ۔ ۲۱/اپریل ۱۹۳۸ء کو لاہور میں اقبالؔ کا انتقال ہوا۔

ڈاکٹر علامہ اقبالؔ

ترانۂ ہندی

سارے جہاں سے اچھا ہندوستاں ہمارا
ہم بلبلیں ہیں اس کی یہ گلستاں ہمارا

غربت میں ہوں اگر ہم رہتا ہے دل وطن میں
سمجھو وہیں ہمیں بھی، دل ہو جہاں ہمارا

پربت وہ سب سے اونچا ہم سایہ آسماں کا
وہ سنتری ہمارا وہ پاسباں ہمارا

گودی میں کھیلتی ہیں جس کی ہزاروں ندیاں
گلشن ہے جس کے دم سے رشکِ جناں ہمارا

اے آب رودِ گنگا وہ دن ہے یاد تجھ کو
اترا تیرے کنارے جب کارواں ہمارا

مذہب نہیں سکھاتا آپس میں بیر رکھنا
ہندی ہیں ہم، وطن ہے ہندوستاں ہمارا

یونان ومصرورُوما سب مٹ گئے جہاں سے
اب تک مگر ہے باقی نام و نشاں ہمارا

کچھ بات ہے کہ ہستی مٹتی نہیں ہماری
صدیوں رہا ہے دشمن دورِ زماں ہمارا

اقبالؔ کوئی محرم اپنا نہیں جہاں میں
معلوم کیا کسی کو دردِ نہاں ہمارا

مشکل الفاظ اور ان کے معنی

الفاظ	معنی	الفاظ	معنی
آب رود	ندی	بیر	دشمنی
پاسباں	محافظ، سپاہی	غربت	وطن سے دور رہنا
کارواں	قافلہ	محرم	واقف کار
نہاں	چھپا ہوا	ترانہ	گیت

مشقی سوالات

معروضی سوالات:

۱۔ ترانۂ ہندی کے شاعر کون ہیں؟

(الف) غالبؔ (ب) جوشؔ

(ج) علامہ اقبالؔ (د) حالیؔ ( )

۲۔ شاعر نے گلستاں کسے کہا ہے؟

(الف) باغ کو (ب) ہندوستان کو

(ج) گھر کو (د) ان میں سے کوئی نہیں ( )

۳۔ ''ہم سایہ آسماں کا'' کس کو کہا گیا ہے؟

(الف) ہمالہ کو (ب) جمنا ندی کو

(ج) گنگا ندی کو (د) ان میں سے کوئی نہیں ( )

۴۔ اقبالؔ کہاں پیدا ہوئے؟

(الف) دہلی میں (ب) علی گڑھ

(ج) جے پور میں (د) سیال کوٹ میں ( )

مختصر ترین سوالات:

۵۔ مندرجہ ذیل خالی جگہوں کو مناسب الفاظ سے بھریے۔

(اچھا۔ دل۔ غربت۔)

(i) ....میں ہوں اگر ہم رہتا ہے................وطن میں

(ii) سارے جہاں سے........................ہندوستاں ہمارا

۶۔ مذہب کیا نہیں سکھاتا؟

۷۔ اس نظم کے مطابق اب تک کس ملک کا نام و نشان باقی ہے؟

۸۔ ترانۂ ہندی میں لفظ ''غربت'' کن معنوں میں استعمال ہوا ہے؟

مختصر سوالات:

۹۔ سنتری اور پاسباں کسے کہا گیا ہے؟

۱۰۔ اس نظم کے مطابق جہاں سے کون کون سے ملک مٹ گئے ہیں؟

۱۱۔ علاّمہ اقبالؔ کا انتقال کب اور کہاں ہوا؟

تفصیلی سوالات:

۱۲۔ نظم ''ترانۂ ہندی'' سے کیا سبق ملتا ہے؟

۱۳۔ ترانۂ ہندی کا خلاصہ لکھیے۔

جواب نامہ (معروضی سوالات):

۱۔ ج ۲۔ب ۳۔الف ۴۔د

تلوک چند محرومؔ

تلوک چند محرومؔ اردو شاعروں میں اپنا مخصوص مقام رکھتے ہیں۔ بچوں کے شاعر کی حیثیت سے بھی ان کا مقام نہایت وقیع ہے۔ تلوک چند محرومؔ، دریائے سندھ کے مغربی کنارے تحصیل عیسیٰ خیل کی میاں والی میں پیدا ہوئے۔ وہیں ابتدائی تعلیم پائی۔ پھر بی۔اے۔ کی سند حاصل کی۔ ۱۹۰۸ء میں مشن ہائی اسکول ڈیرہ اسمٰعیل خان میں استاد کے عہدے پر مقرر ہوئے۔ ۱۹۴۴ء سے ۱۹۴۷ء تک کارڈن کالج راول پنڈی میں اردو، فارسی کے لیکچرر رہے۔ ۱۹۴۸ میں کیمپ کالج دہلی میں اردو لیکچرر کے عہدے پر فائز ہوئے۔

شعروشاعری کا شوق بچپن سے تھا۔ محرومؔ قادرالکلام شاعر تھے۔ انہوں نے مختلف شعری اصناف میں اپنی صلاحیتوں کا اظہار کیا۔ محرومؔ نے مختلف مذاہب سے تعلق رکھنے والے دیوی دیوتاؤں، پیغمبروں، پیشواؤں اور میلوں، تہواروں سے متعلق منظومات تخلیق کی ہیں۔ تاریخی ہستیوں پر بھی نظمیں کہی ہیں۔ ان میں سپاہی کی فریاد، مہاتما بدھ، خواب جہانگیر، نور جہاں کا مزار اور مرزا غالبؔ قابل ذکر ہیں۔ قومی یکجہتی پر انہوں نے متعدد نظمیں لکھیں۔ بچوں کے لیے ان کی نظم ''ہندو مسلمان'' قابل ذکر ہے۔ اس نظم میں انہوں نے قومی یکجہتی کا پیغام دیا ہے۔ اور کہا ہے کہ مل جل کر رہنے میں ہی کامیابی ہے۔ لڑائی جھگڑے نقصان دہ ہوتے ہیں۔ اس لیے تمام قوموں کو مل جل کر رہنا چاہیے۔ ان کا کلام ''رباعیاتِ محرومؔ'' اور ''گنجِ معانی'' کے عنوان سے شائع ہو چکا ہے۔

تلوک چند محرومؔ

ہندو مسلمان

ہندو مسلمان ، ہیں بھائی بھائی
تفریق کیسی، کیسی لڑائی

ہندو ہو کوئی یا ہو مسلماں
عزت کے قابل ہے بس وہ انساں
نیکی ہو جس کا کارِ نمایاں
اوروں کی مشکل ہو جس سے آساں

ہر ایک سے نیکی سب سے بھلائی
ہندو مسلمان سب بھائی بھائی

دونوں کا مسکن ہندوستاں ہے
دو بلبلیں ہیں اک گلستاں ہے
اک سرزمیں ہے اک آسماں ہے
دونوں کا یک جا سود و زیاں ہے
نا اتفاقی آزارِ جاں ہے

مل جل کے رہنا ہے کامرانی
ہندو مسلمان، قومیں پرانی

مشکل الفاظ اوران کے معنی

الفاظ	معنی
تفریق	فرق
کارِنمایاں	وہ کام جس سے سب واقف ہوں، بڑا اور تعریف کے قابل کام
مَسکن	رہنے کی جگہ، گھر
گلستاں	باغ
سرزمین	زمین یا وطن
یک جا	ایک جگہ
سود وزیاں	فائدہ ونقصان
نااتفاقی	میل جول نہ ہونا، اختلاف
آزارِجاں	جان کا دکھ
کامرانی	کامیابی

مشقی سوالات

معروضی سوالات:

ا۔ ہندو مسلمان دونوں کا مسکن کہاں ہے؟

(الف) عراق میں　　(ب) ایران میں

(ج) پاکستان میں　　(د) ہندوستان میں　　(　　)

۲۔ تفریق کے کیا معنی ہیں؟

(الف) لڑائی　　(ب) محبت

(ج) فرق　　(د) قابل　　(　　)

۳۔ دو بلبلیں کسے کہا گیا ہے؟

(الف) ہندو کو　　(ب) مسلمان کو

(ج) ہندو مسلمان دونوں کو　　(د) کسی کو نہیں　　(　　)

۴۔ عزت کے قابل کون ہیں؟

(الف) کارِ نیک کرنے والا　　(ب) کارِ بد کرنے والا

(ج) حکومت کرنے والا　　(د) کوئی نہیں　　(　　)

مختصر ترین سوالات:

خالی جگہ بھریئے۔

۵۔ اوروں کی.................ہو جس سے آساں　(مشکل/خوشی)

۶۔ ہر اک سے.......................سب سے بھلائی۔　(نیکی/بدی)

۷۔ نظم ''ہندو مسلمان'' کا شاعر کون ہے؟

۸۔ شاعر تلوک چند محرومؔ کب پیدا ہوئے؟

مختصر سوالات:

۹۔ نااتفاقی کو آزارِ جاں کیوں کہا گیا ہے؟

۱۰۔ نیچے لکھے ہوئے لفظوں کے واحد بنائیے۔

اوروں۔ بلبلیں۔ قومیں۔ نیکیاں۔

۱۱۔ نیچے لکھے ہوئے لفظوں کے متضاد لکھیے۔

اتفاق۔ آسان۔ آسمان۔ عزت۔

تفصیلی سوالات

۱۲۔ محرومؔ کی شاعری کی دو خوبیاں بیان کیجیے۔

۱۳۔ تلوک چند محرومؔ کی سوانح حیات و طرز تحریر پر روشنی ڈالیے۔

جواب نامہ (معروضی سوالات):

۱۔ د ۲۔ ج ۳۔ج ۴۔الف

خدادادخاں مونسؔ

محمد خدادادخاں نام، اور مونسؔ تخلص ہے۔ حلقۂ شعر وادب میں کے۔ڈی۔خان کے نام سے مشہور و معروف ہیں۔ ۱۹۳۸ء میں جے پور میں پیدا ہوئے۔ ابتدائی تعلیم جے پور میں حاصل کی۔ بعد ازاں مسلم یونی ورسٹی علی گڑھ سے بی۔ایس۔سی اور ڈی اسٹیٹ کیا۔ پھر راجستھان یونی ورسٹی جے پور سے ایل ایل بی اور کرسچین میڈیکل کالج سے ڈی۔ایم۔آر۔ایس۔سی۔کی ڈگری امتیازی نمبروں سے حاصل کی۔حکومت راجستھان کے شفاخانوں میں میڈیکل ریکارڈس کی تیاری کا منصوبہ آپ ہی کا بنایا ہوا ہے۔ ۱۹۹۶ء میں راجستھان ایڈمنسٹریٹیو سروس میں (R.A.S.) سے ریٹائر ہوئے اور اجمیر میں سکونت اختیار کی۔ اپنی ادبی صلاحیتوں کے سبب ملازمت کے دوران آپ ڈائرکٹر مولانا آزاد عربی فارسی ریسرچ انسی ٹیٹوٹ، ٹونک، رجسٹرار، ایم ڈی۔ایس۔ یونی ورسٹی اجمیر اور ناظم، درگاہ خواجہ صاحبؒ اجمیر کے عہدوں پر فائز رہے۔ ۱۹۷۹ء میں راجستھان اردو اکادمی کی تشکیل ہوئی تو حکومت نے مونسؔ صاحب کو اس کا بانی سیکریٹری بنایا۔ اکادمی سے سہ ماہی رسالہ ''نخلستان'' بھی آپ نے ہی شروع کیا۔ اور عرصۂ دراز تک اس کے مُدیر کی حیثیت سے خدمات انجام دیں۔ شاعری میں مونسؔ نے اپنے والد محمد ایوب خاں فضاؔ سے ہی اصلاح لی۔ فضاؔ صاحب کا شمار اساتذہ میں ہوتا تھا۔ انہوں نے مولوی اشفاق رسول جوہرؔ شاگرد انورؔ دہلوی کے علاوہ نواب احمد مرزا خاں آگاہؔ، شاگرد غالبؔ سے تلمذ حاصل کیا تھا۔ اس طرح مونسؔ صاحب اب راجستھان میں سلسلہ غالبؔ کی آخری کڑی ہیں۔ بیسوی صدی کے نصف آخر میں راہیؔ شہابی اور خدادادخاں مونسؔ نے اپنی نظم گوئی سے راجستھان کا نام پورے ملک میں روشن کیا۔ آپ کا شمار ہندوستان کے بہترین تاریخ گوشعرا میں ہوتا ہے۔ علاوہ ازیں نعت، سلام و مناقب

غزلیات اور دیگر اصناف سخن پر مونسؔ صاحب کی تقریباً گیارہ تصانیف شائع ہو چکی ہیں۔

نثری ادب میں مونسؔ کے سوانحی خاکے نیز تاریخی، تحقیقی اور تصوف کے موضوعات پر مقالے اور مضامین بہت مقبول ہوئے۔ اردو نثر میں آپ کی تین تحقیقی و تنقیدی تصانیف بعنوان کلامِ اخگرؔ (عبدالحمید اخگرؔ)، منشی اشفاق رسول جوہرؔ اور بکھرے ہوئے اوراق (تحقیقی مضامین کا مجموعہ) شائع ہو چکے ہیں۔

زیرِ نظر نظم ''ڈاکٹر اے۔ پی۔ جے۔ عبدالکلام'' کلام صاحب کے انتقال کے فوراً بعد لکھی گئی ہے۔ جس میں مونسؔ صاحب نے عبدالکلام کی شخصیت، سادہ مزاجی، اور ان کے سائنسی کارناموں کی طرف اشارہ کیا ہے۔

خداداد خاں مونسؔ

ڈاکٹر اے۔ پی۔ جے۔ عبدالکلام

احساں یہ ہم پہ آپ کا عبدالکلام ہے
بھارت کا آج سارے زمانے میں نام ہے

یہ کون جانتا تھا کہ اک عام آدمی
اک دن بدل کے رکھے گا تقدیر ہند کی

اخبار بیچ بیچ کے اپنا گذر کیا
غربت کی زندگی ہی میں بچپن بسر کیا

محنت سے اور لگن سے مقدر بدل گئے
پڑھنے کے شوق میں بہت آگے نکل گئے

سائنس کا کمال جہاں کو دکھا دیا
دنیا ہے دنگ تو نے مزائل بنا دیا

ہمدرد قوم کا تھا غریبوں سے پیار تھا
سب سے سِوا مگر اسے بچوں سے پیار تھا

آخر وہ دن بھی آیا کہ حیرت میں تھا جہاں
بھارت کا صدر بن گیا وہ کل کا ناتواں

دن زندگی کے ختم ہوئے تو چلا گیا
لیکن وہ زندگی کا سلیقہ سِکھا گیا

چھوٹا ہو یا بڑا نہیں پرہیز کام سے
ہم نے سبق یہ سیکھا ہے عبدالکلام سے

مشکل الفاظ اوران کے معنی

معنی	الفاظ
قسمت،نصیب	تقدیر
غریبی،مفلسی	غربت
دنیا	جہاں
کمزور	ناتواں
ڈھنگ،تمیز	سلیقہ

مشقی سوالات

معروضی سوالات:

۱۔ نظم ''ڈاکٹر اے۔ پی۔ جے۔عبدالکلام'' کے شاعر کا نام ہے۔

(الف) عبدالکلام (ب) خدادادخاں مونسؔ

(ج) مرزا غالبؔ (د) اسمٰعیل میرٹھی ( )

۲۔ مزائل مین کے نام سے مشہور تھے۔

(الف) سی۔وی۔رمن (ب) ہرگوند کھرانا

(ج) اے۔پی۔جے۔عبدالکلام (د) راکیش شرما ( )

۳۔ نظم میں استعمال ہوئے لفظ 'غربت' کے معنی ہیں۔

(الف) غریبی (ب) امیری

(ج)شہرت (د)عزت ( )

۴۔ عبدالکلام نے بچپن میں کیا کام کیا تھا؟

(الف) مزدوری کی (ب)چائے بیچی

(ج)اخبار بیچے (د) کچھ کام نہیں کیا ( )

مختصر ترین سوالات:

۵۔ بچوں سے بہت زیادہ پیار کون کرتا تھا؟

۶۔ عبدالکلام نے دنیا کو کس طرح دنگ کیا؟

۷۔ عبدالکلام کو کس چیز کا شوق تھا؟

۸۔ نظم ''ڈاکٹر اے۔پی۔جے۔عبدالکلام'' کب لکھی گئی۔

مختصر سوالات:

۹۔ عبدالکلام نے ہند کی تقدیر کس طرح بدلی؟

۱۰۔ اے۔پی۔جے۔عبدالکلام کے متعلق اپنے خیالات کا اظہار کیجیے۔

تفصیلی سوالات:

۱۱۔ اس نظم کے شاعر خداداد خاں مونسؔ کے حالاتِ زندگی پر روشنی ڈالیے۔

۱۲۔ اس نظم کا خلاصہ اپنے الفاظ میں لکھیے۔

جواب نامہ (معروضی سوالات):

۱۔ ب ۲۔ج ۳۔الف۔ ۴۔ج

قواعد

قواعد:۔

کسی زبان کے بولنے اور لکھنے کے جو اصول ہوتے ہیں، اسے قواعد کہتے ہیں۔

اسم:۔

کسی شخص، جگہ، یا چیز کے نام کو اسم کہتے ہیں۔

مثال:۔اسلم، دہلی، قلم، گھوڑا وغیرہ

ضمیر:۔

وہ لفظ یا کلمہ جو اسم کی جگہ استعمال ہوتا ہو، اسے ضمیر کہتے ہیں۔

مثال:۔میں، وہ، ہم، تم، میرا، تمہارا، آپ، اس، ان، ہمارا وغیرہ

صفت:۔

وہ لفظ یا کلمہ جو کسی اسم یا ضمیر کی کیفیت یعنی اچھائی یا برائی کو ظاہر کرے، اسے صفت کہتے ہیں۔

مثال:۔ کچا آم، میٹھا امرود، کالی ٹوپی، لال پھول، موٹا آدمی، خوبصورت بچہ، کڑوا پھل وغیرہ

متضاد الفاظ

متضاد:-

لفظ متضاد ضد سے بنا ہے جس کے معنی ہوتے ہیں الٹا۔ لہٰذا ایسے الفاظ جو معنی کے اعتبار سے ایک دوسرے کی ضد ہوں انہیں متضاد کہتے ہیں۔

الفاظ	متضاد	الفاظ	متضاد
آمد	خرچ، رفت	آنا	جانا
اول	آخر	انسان	حیوان
استاد	شاگرد	ازل	ابد
ابتدا	انتہا	بہادر	بزدل
بہار	خزاں	بہتر	کمتر
بوڑھا	جوان	پوشیدہ	نمایاں
تقدیر	تدبیر	تنگ	کشادہ
آگ	پانی	آفتاب	ماہتاب
امیر	غریب	اندر	باہر
اقرار	انکار	اعلیٰ	ادنیٰ
اندھیرا	اجالا	بلند	پست

بینا	نابینا	بے وقوف	عقل مند
بھوکا	سیر	پیری	شباب
تیز	کُند	تفصیل	تلخیص
جاہل	عالم	جفا	وفا
چین	بے چین	جینا	مرنا
حلال	حرام	حیا	بے حیا
خشکی	تری	خوبصورت	بدصورت
دانا	نادان	دوست	دشمن
ذہین	کُند ذہن	راضی	ناراض
سزا	جزا	شریف	رذیل
صحیح	غلط	ضعیف	جوان
ظاہر	باطن	عرش	فرش
غروب	طلوع	فتح	شکست
قریب	بعید	کمال	زوال
گل	خار	محبت	نفرت
جنت	دوزخ	جاندار	بے جان

چُست	سُست	حق	ناحق
حیات	موت	خاص	عام
خُرد	کلاں	خادم	مخدوم
دن	رات	دنیا	عقبیٰ
راہبر	راہزن	رحم دل	سنگ دل
سوال	جواب	شاہ	فقیر
صاف	گندہ	طاق	جُفت
ظالم	مظلوم	عرب	عجم
غافل	ہوشیار	فنا	بقاء
قِلّت	کثرت	کم	زیادہ
گرم	ٹھنڈا	ہم	تم

واحد جمع

واحد:-

وہ اسم جس سے کسی ایک کا ہونا ظاہر ہو اسے واحد کہتے ہیں۔

جمع:-

وہ اسم جس سے کسی ایک سے زیادہ چیزیں ظاہر ہوں، اسے جمع کہتے ہیں۔

واحد	جمع	واحد	جمع
ادب	آداب	امر	امور
باب	ابواب	باغ	باغات
اثر	آثار	استاد	اساتذہ
برکت	برکات	جسم	اجسام
حاکم	حکام	خبر	اخبار
خدمت	خدمات	دفتر	دفاتر
رسالہ	رسائل	سوال	سوالات
شجر	اشجار	صفت	صفات
طرف	اطراف	لفظ	الفاظ
غریب	غربا	فرد	افراد

قید	قیود	کتاب	کتب
موت	اموات	مدرسہ	مدارس
حرف	حروف	خیال	خیالات
دَور	ادوار	ذرّہ	ذرّات
رسم	رسوم	سبب	اسباب
شاعر	شعرا	صاحب	صاحبان
عقیدہ	عقائد	غیر	اغیار
فعل	افعال	فائدہ	فوائد
قصیدہ	قصائد	مسجد	مساجد
مرثیہ	مراثی	یوم	ایّام

مذکّر مؤنّث

مذکّر :-

وہ لفظ جس سے کسی جاندار اسم کا نر ہونا معلوم ہو، اسے **مذکّر** کہتے ہیں۔

مؤنّث :-

وہ لفظ جس سے کسی جاندار اسم کا مادہ ہونا معلوم ہو، اسے **مؤنّث** کہتے ہیں۔

مذکّر	مؤنّث	مذکر	مؤنّث
ابن	بنت	بالغ	بالغہ
بچہ	بچی	چچا	چچی
حبیب	حبیبہ	خادم	خادمہ
دادا	دادی	سلطان	سلطانہ
صحابی	صحابیہ	ملازم	ملازمہ
استاد	استانی	بکرا	بکری
بیٹا	بیٹی	حاجی	حجّن
خان	خانم	دولہا	دلہن
زاہد	زاہدہ	شاعر	شاعرہ
والد	والدہ	عالم	عالمہ